فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام

(اور جس (خوش نصیب) کے لیے ارادہ فرماتا ہے اللہ کہ ہدایت دے
اسے تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے)

# شرح

# مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

(مر جاؤ، اس سے پہلے کہ تمہیں موت آئے)

## طریقت کا ایک مایہ ناز مقام

تالیف و ترتیب

الحاج ظہور الحسن اویسی

قادری صابری مجددی

تعمیر ملت فاؤنڈیشن

جامعہ انوارِ مدینہ محلہ محمد نگر۔ کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

نام کتاب : شرح موتوا قبل ان تموتوا

تالیف وترتیب : الحاج محمد ظہور الحسن اویسی
قادری صابری مجددی

پروف ریڈنگ : صاحبزادہ عبد القادر

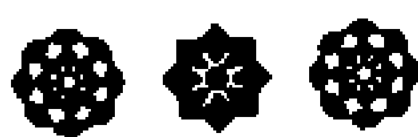
طابع : الحاج محمد سعید خالد قادری

صفحات : ۱۲۸

طباعتِ اوّل : جولائی 2010ء

تعداد : 500

قیمت : -/100 روپے



# انتساب

راہِ سلوک و تصوف اور

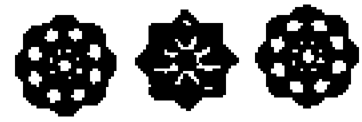
راہِ طریقت تلاش کرنے والے خوش نصیب

متلاشیوں کے نام

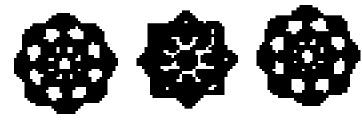
# رَمزِ مُوتُوا

زندہ جاوید ہوجاتا ہے وہ مردِ خدا
مُوتُوا قَبلَ اَنْ تَمُوتُوا کو جو سمجھے زندگی

# فہرست مضامین



مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# حدیثِ دل

آج دنیا میں مختلف علوم کی بہتات ہے۔ کسی فن کو سیکھنے کے لیے اس فن کی کتب خرید کر کوئی اس فن کا ماہر نہیں بن سکتا جب تک اس فن کے کسی ادارہ میں باقاعدہ داخلہ نہ لے اور مقررہ وقت تک اس فن کا کورس پاس نہ کرے، وہ اس فن کی ڈگری حاصل نہیں کرسکتا صرف کتابیں پڑھنے سے وہ کسی فن کا ماہر بن سکتا ہے نہ ڈگری حاصل کرسکتا ہے۔

مثلاً اگر کوئی ڈاکٹر بننے کی خواہش رکھتا ہے تو اسے کسی میڈیکل کالج میں داخلہ لینا پڑے گا۔ کوئی انجینئر بننا چاہتا ہے تو اسے کسی انجینئرنگ کالج میں داخلہ لینا پڑے گا۔ کوئی علم معاشیات کا ماہر بننا چاہتا ہے تو اسے کامرس کالج میں ضرور داخلہ لینا پڑے گا۔ مزید یہ کہ ہر فن کے مختلف شعبے ہیں۔ ہر شعبے کا الگ ایک وسیع علم ہے میڈیکل علم کے بے شمار شعبہ جات ہیں۔ ہر شعبے کا الگ الگ کورس ہوتا ہے۔ اسی طرح انجینئرنگ کے مختلف شعبہ جات ہیں۔ بعینہٖ علوم اسلامیہ کے مختلف شعبہ جات ہیں۔ اوائل اسلام میں مسلمانوں کے پاس زیادہ تر قرآن حکیم کا ہی علم تھا۔ وہ بھی ہرن کی کھالوں، پتھروں اور کھجور کے پتوں پر قرآن کی آیات محفوظ کرلیا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں ان کے پاس یہی قرآن کریم اور حضور اقدس ﷺ کے اقوال مبارک تھے۔ جبکہ آج قرآن حکیم کی بے شمار تفاسیر مثلاً تفسیر ابن عباسؓ، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، تفسیر المنار، تفسیر خازن، تفسیر روح المعانی، تفسیر روح البیان، تفسیر مظہری اور تفسیر ضیاء القرآن موجود ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی احادیث کا ایک بے بہا خزانہ موجود ہے جیسے بخاری شریف، مسلم شریف، ابو داؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، مؤطا امام مالکؒ، مشکوٰۃ شریف،

دارمی شریف، بیہقی، ابن ابی شیبہ، مستدرک حاکمؒ، اور علوم فقہ میں ہدایہ، شرح وقایہ، درمختار، کنز الدقائق، قدوری، منیۃ المصلی جیسی بے شمار کتب دستیاب ہیں۔

اس وقت دنیا میں پچاس سے زیادہ علوم اسلامیہ مروج و موجود ہیں جن میں بعض کے نام یہ ہیں:

| | | |
|---|---|---|
| علم تفسیر | علم حدیث | علم فقہ |
| علم عقائد و کلام | علم تاریخ | علم سیر |
| علم مناقب | علم جفر | علم تکسیر |
| علم ادب | علم صرف | علم نحو |
| علم لغت | علم ریاضی | علم نجوم |
| علم منطق | علم فلسفہ | علم تجوید |

اور علم سلوک و تصوف و روحانیت

حاصل کلام یہ کہ دنیا میں علم کی انتہا ہوچکی ہے اور آج کئی جدید علم بھی آچکے ہیں جیسے کمپیوٹر ٹیکنالوجی وغیرہ، جس نے علمی دنیا میں ایک حیرت ناک علمی انقلاب بپا کردیا ہے۔ ہر شخص تمام علوم کا ماہر بن سکتا ہے، نہ دعوی کرسکتا ہے جو جس فن میں محنت کرے گا اللہ تبارک و تعالیٰ اسے اس علم کا کمال عطا فرمائے گا یہ کہنا کہ فلاں ہرفن اور علم کا ماہر ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ہرفن مولا...... کسی فن کا مولا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ابتدا میں لکھا کہ محض کتابوں کے پڑھنے سے ہی کوئی کسی فن میں کمال حاصل نہیں کرسکتا جب تک مقررہ وقت تک کسی متعلقہ ادارہ میں داخلہ نہ لے۔ علم کا سفر گھر بیٹھے طے نہیں ہوسکتا ہے۔ علم سلوک و تصوف اور روحانیت بھی علوم اسلامیہ کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اس کے حصول کے

لیے بھی تمام تقاضے پورا کرنے سے ہی کوئی اس علم روحانیت سے مکمل طور پر فیضیاب ہوسکتا ہے۔ راقم الحروف قطعی طور پر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ ناچیز علم روحانیت کا ماہر ہے لیکن اس چالیس سالہ سفر روحانیت میں جو کچھ یہ بندہ اپنے تجربات و مشاہدات روحانی سے گزرا وہ صرف اہل فکر ونظر، مشتاقان روحانیت کے دلدادہ احباب کی خدمت میں نیاز مندانہ طور پر تحریر کرتا ہوں۔ اس امید پر کہ شاید میرے تجربات و مشاہدات سے کسی کو روحانی طور پر طمانیت قلبی نصیب ہوجائے۔

اس سے قبل اپنی زندگی میں پیش آنے والے ایک خاص ''غلبۂ حال'' کے حوالے سے دو کتب صوتِ سرمدی اور جسم مثالی کے کمالات، تحریر کرچکا ہوں بندہ ناچیز اپنے روحانی مشاہدات و تجربات کی بنا پر عرض کرتا ہے کہ علم تصوف و روحانیت محض تصوف کی کتب مثلاً کتاب اللمع، کتاب التعرف، قوت القلوب، طبقات الصوفیاء، حلیۃ الاولیاء، فتوحاتِ مکیہ، نفحات الانس، رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، فتوح الغیب، احیاء العلوم، مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ، مدارج السالکین۔ کشف المحجوب اور جملہ تذکرہ ہائے اولیائے کرام کے مطالعہ سے ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا حصول ''صحبتِ شیخ کامل'' سے ممکن ہے اور شیخ کامل کے بتائے ہوئے وظائف اور ذکر وفکر میں خلوص قلب کے ساتھ محو ہونا ہی کامیابی ہے۔ علوم تصوف و روحانیت بغیر صحبت شیخ کامل کارِ لا حاصل ہے۔ کتب کے مطالعہ سے روحانیت کے علوم کے بارے میں آگہی تو ہوسکتی ہے لیکن مشاہدہ کی منزل صرف اور صرف شیخ کامل کی نگاہ کی مرہون منت ہے۔

جہاں تک اس ناچیز نے اپنے شیخ کامل حضرت ابوانیس محمد برکت علی لدھیانوی قدس سرہ العزیز کی صحبت سے روحانی فیض پایا ہے، اس روحانی فیض کے حاصل ہونے کے بعد یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ طریقت و روحانیت کا اصل مدعا و مقصد ''مرتبہ یقین'' کی

تحصیل ہے۔

اس یقین کی حقیقت کیا ہے، اس کو بھی سمجھ لینا چاہیے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں لکھتے ہیں:

''بشری حجابات اُٹھ جانے کے بعد دل میں جو نورِ حقیقت ظاہر ہوتا ہے، اس کا نام یقین ہے۔ جس سے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے اس سے وہ یقین مراد نہیں ہے جو محض دلائل سے حاصل ہوتا ہے'' راقم الحروف کے نزدیک مرتبہ یقین سے یہ بھی مراد ہے کہ راہ سلوک و تصوف کا راہی صحبت شیخ کامل سے جیتے جی اپنی موت کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے جیتے جی موت کی وادی میں داخل ہو کر ''مشاہدہ موت'' حاصل کرتا ہے جسے تصوف و روحانیت کی اصطلاح میں ''موتوا قبل ان تموتوا'' کی منزل کہتے ہیں اور بشری حجابات کا اٹھنا سے مراد یہ ہے کہ انسان اس مادی کائنات سے نکل کر روحانی کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ عالم غیب کی چیزوں کو دل کی آنکھ سے دیکھنا ہے اور یہ مشاہدہ سراسر عطائے الٰہی و فضل عظیم ہے۔ اور یہی مرتبہ یقین ہی بندہ اور معبود کے رشتہ میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہی مرتبہ یقین تصوف و روحانیت کی جان ہے، جس طرح جسم، روح کے بغیر اور آنکھیں بغیر نور کے بے لطف ہیں اس طرح مرتبہ یقین کے بغیر اعمال حیات بے کیف و بے سرور ہیں۔

یہی وہ یقین کی منزل ہے جس کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ:

''جب نور دل میں آتا ہے تو اس میں کشادگی پیدا ہوتی ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ:

یا رسول اللہ ﷺ اس کی نشانی کیا ہے؟

ارشاد ہوا کہ

''آخرت کی رغبت، دنیا سے نفرت، موت سے پہلے اس کی تیاری'' موت آنے سے پہلے اس کی تیاری، کو ہی صوفیائے کرام نے ''موتوا قبل ان تموتوا سے تعبیر کیا ہے اور اس پر استقامت اختیار کرنے سے ہی ''مرتبہ احسان'' نصیب ہوتا ہے اور پھر نسبت مع اللہ حاصل ہوجاتی ہے۔ پھر وہ خوش نصیب اپنے حسب حال و مقام کسی روحانی مرتبہ ولایت پر فائز کردیا جاتا ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میری اس کاوش کو اہل ذوق و شوق احباب کے لئے روحانی علوم کی جانب متوجہ ہونے کا ذریعہ بنائے اور اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکپائے اولیائے کرام

محمد ظہور الحسن اویسی

قادری صابری مجددی

(0334-6423073)

# نعت شریف

## محمد ﷺ کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا

زمیں میلی نہیں ہوتی، زمن میلا نہیں ہوتا
محمد ﷺ کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا

محبت کملی والے سے وہ جذبہ ہے سنو لوگوں
یہ جس من میں سما جائے وہ من میلا نہیں ہوتا

نبی ﷺ کے پاک لنگر پر جو پلتے ہیں کبھی ان کی
زبان میلی نہیں ہوتی سخن میلا نہیں ہوتا

جو نام مصطفیٰ ﷺ چومے نہیں دکھتی کبھی آنکھیں
پہن لے پیار جو ان کا بدن میلا نہیں ہوتا

میں نازاں تو نہیں فن پر مگر ناصرؔ یہ دعویٰ ہے
ثنائے مصطفیٰ ﷺ کرنے سے فن میلا نہیں ہوتا

زمن میلی نہیں ہوتی زمن میلا نہیں ہوتا
محمد ﷺ کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا

(پیر سید ناصر حسین شاہ)

# موت تجدید متاعِ زندگی کا نام ہے

تخم گل کی آنکھ زیرِ خواب بھی بے خواب ہے
کس قدر نشو و نما کے واسطے بے تاب ہے

سردی گرمی سے بھی افسردہ ہوسکتا نہیں
خاک میں دَب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں

پھول بن کے اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ
موت سے گویا بقائے زندگی پاتا ہے یہ

ہے لحد اس قوتِ آشفتہ کی شیرازہ بند
ڈالتی ہے گردنِ گردوں میں یہ اپنی کمند

موت تجدید متاع زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوامِ زندگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ.

(الانعام، ٦: ١٢٥)

''اور جس (خوش نصیب) کے لیے ارادہ فرماتا ہے اللہ کہ ہدایت دے اسے تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے۔''

**تشریح:** جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی کو ہدایت عطا فرمائے تو اس کے سینہ کو قبول حق کے لیے کشادہ کر دیتا ہے اور وہ اپنے دل میں حق کی طرف رغبت اور آمادگی محسوس کرتا ہے حضور کریم ﷺ سے کسی نے دریافت کیا۔ کیف الشرح یا رسول اللہ! شرح صدر کی کیفیت کیا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالتَّجَا فِي عَنْ دَارُ الْغُرُوْرِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمُوْتِ قَبْلَ لِقَاءِ الْمَوْتِ

(روح المعانی، تفسیر ضیاء القرآن، جلد اول ص ۵۹۹)

''انسان آخرت کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس دنیا سے اس کا دل متنفر ہو جاتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے وہ موت کے لیے مکمل تیاری کر لیتا ہے۔''

(۲) علامہ غلام رسول سعیدی صاحب تبیان القرآن جلد ۳، صفحہ ۶۴۸۔۶۴۹ میں فرماتے ہیں:

امام ابن جریرؒ متوفی ۳۱۰ھ ابوجعفر سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فمن یرد اللہ......الخ تو صحابہ نے پوچھا اس کا شرح صدر کیسے ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا جب اس کے دل میں نور نازل ہوگا تو اس کا سینہ کھل جائے گا۔ صحابہ نے پوچھا کہ اس کو پہچاننے کی کوئی علامت ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں!

اس کا دل آخرت کی طرف راغب ہوگا اور دنیا سے وہ پہلو بچائے گا اور موت کے آنے سے پہلے وہ موت کے لیے تیار رہے گا۔

() جامع البیان جز ۸۔ ص ۳۶ مطبوعہ دار الفکر، بیروت

(۳) علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا اس آیت کے بارے میں، چنانچہ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! شرح صدر کیا ہوتا ہے تو فرمایا...... ایک نور ہوتا ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے جس سے دل کھل جاتا ہے اور وسیع ہو جاتا ہے یعنی انسان میں تنگ دلی باقی نہیں رہتی۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اس چیز کو کیسے پہچانیں کہ اس کو شرح حاصل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا پتہ اس بات سے چلے گا کہ کون دار الآخرت کی طرف زیادہ جھکا ہوا ہے اور دنیا کے تمتعات (مشاغل) سے کس قدر دور رہتا ہے اور موت آنے سے پہلے ہی موت کے لیے اپنے آپ کو کس قدر تیار کر رکھا ہے۔

() تفسیر ابن کثیر، جلد دوم ص: ۱۱۳

(۴) حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتیؒ اس آیت مبارکہ کی روح پرور تشریح فرماتے ہیں:

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ سے شرح صدر کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں وہ حق کی معرفت کے لیے وسیع ہو جاتا ہے اور

وہ آدمی مومن بن جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس کی نشانی بھی ہے۔ فرمایا ہاں، انسان کا رجحان آخرت کی طرف ہو جاتا ہے اور وہ دنیا سے پہلوتہی کرتا ہے اور وہ موت سے پہلے ہی موت کی تیاری شروع کر دیتا ہے۔ (تفسیر بیضاوی ص ۱۹۰)

حاکمؒ اور بیہقی نے اسے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے۔

فریابیؒ ابن جریرؒ اور عبد بن حمیدؒ نے ابوجعفر کی مرسل حدیث سے نقل کیا ہے۔

صوفیاء نے کہا کہ شرح صدر صرف نفس کے فناء سے حاصل ہوتا ہے کہ نہ نفس رہے نہ اس کا کوئی اثر رہے۔ یہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب صفات الٰہی کی تجلیات ولایت کبریٰ یعنی ولایت نبوت میں حاصل ہوں اسی وقت حقیقی ایمان حاصل ہوتا ہے۔

() تفسیر مظهری، جلد سوم، ص ۳۲۰

# طریقت الاسلام کی منزل کا سب سے اونچا مقام

میرے پیر و مرشد تاجدار دار الاحسان حضرت ابو انیس محمد برکت علی لودھیانوی قدس سرہ العزیز نے موتوا قبل ان تموتوا کی اپنے مقالات حکمت میں بے مثال شرح فرمائی ہے۔ ان مقالات حکمت کو صاحبزادی انیس اختر صاحبہ نے ترتیب و تزئین کیا ہے:

## طریقت الاسلام کے چار معروف مقامات

☆ التوبۃ والاستغفار

☆ الصمت تام

☆ الذکر الدوام

☆ موتوا قبل ان تموتوا

سچی اور پکی توبہ کر

توبہ کی برکت سے الصمت التام

الصمت التام...... مفتاح الذکر الدوام اور

الذکر الدوام...... موتوا قبل ان تموتوا کی طرف پہلا قدم ہے۔

ماشاء اللہ!

انسان کی حیات الدنیا اور طریقت الاسلام کی منزل کا سب سے اونچا، سب سے اخیر اور سب سے مشکل مقام موتوا قبل ان تموتوا ہے۔

بندہ مر کر ہی زندگی کا پیغام سنا سکتا ہے اور موتوا قبل ان تموتوا اس پیغام کا شاہد

ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

() الانعام، ۶: ۱۲۵

(یعنی اللہ تعالیٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے)

پھر فرمایا جب نور سینہ کے اندر داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔

پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس حالت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کی شناخت کی جا سکے؟

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور وہ ہے...... غرور کے گھر (یعنی دنیا) سے دور ہونا، آخرت کی طرف رجوع کرنا اور مرنے سے پہلے مرنے کے لیے تیار ہو جانا۔ (بیہقی)

طریقت کا مایہ ناز مقام: مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا...... بندے کی اصل بندگی، ماشاء اللہ! من کی نگری میں اللہ کا راج اور تن من کے تابع۔

مرنے سے پہلے مرنے کا حساب کتاب منکر و نکیر لیتے ہیں جو شدید تر ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی رحمت کی آغوش میں ہوتا ہے۔ ہڈی پسلی کو توڑ مروڑ کر چکنا چور کر دیتا ہے۔

مردے کا حساب کتاب قبر میں ہوتا ہے۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا حساب کتاب کسی خاموش مقام پہ حظیرۃ القدس میں ارم کی وادی میں ہوتا ہے اور حضور اقدس ﷺ کی کمال رحمت میں ہوتا ہے۔ مان توڑ دیتا ہے۔ مٹی میں مٹی کر دیتا ہے۔ پھر جی کر جینے کی امیدیں توڑ دیتا ہے۔ ہستی کو نابود کر کے مردہ مردوں کی صفوں میں شمار ہو کر اپنے اپنے حال میں مصروف ہو جاتا ہے۔

زندگی کی فنا کا عارف دنیا سے بیزار ہو کر ہی مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے، کسی اور طرح نہیں اور اس مقام پہ ذکر کے سوا کوئی مقام قائم نہیں رہتا۔

کمالات...... وراء الوراء

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا...... بے مثل

موت......کمالات کی موت الا مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ موت سے ہمکنار ہو کر ہی کیے جا سکتے ہیں، زندگی میں نہیں اور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی زندگی ماشاء اللہ، بارک اللہ، ابدی ہوتی ہے۔

طریقت الاسلام کی تمام منازل کا نچوڑ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ اور اس مقام پہ کھڑا اور ثابت قدم رہنا ہر مشکل سے مشکل منزل اور ہر افضل سے افضل کام ہے۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی منزل میں موت کی طرح قبر کا حساب ہوتا ہے۔
مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مقام پر پہنچ کر کسی قسم کی تقریبات کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا۔
مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ہی کی دھن میں محو ہو کر مدغم ہو جاتی ہیں۔ نہ تفسیرات کی حاجت رہتی ہے نہ تشریحات کی۔ ہر عالم میں ہو کا عالم جاری رہتا ہے۔

اور یہ تقریب ہر تقریب سے مستغنی عن التقریب۔ ماشاء اللہ!

غور فرمائیں کہ مرنے کے بعد ہی کسی کے ثواب و عذاب کا اجرا ہوا کرتا ہے،

زندگی میں نہیں۔ زندگی میں یہ اعزاز صرف موتوا قبل ان تموتوا کے حامل کو حاصل ہوتا ہے۔

اس مقام پہ اللہ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور کوئی موجود نہیں ہوتا۔ یہ مقام صرف اور صرف میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہی کی عاطفت و قیادت میں طے ہوتا ہے۔

توبۃ النصوح اور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے بعد دنیا میں جینے کی کوئی حسرت باقی نہیں رہتی۔

جو جیتے جی مرگیا، دنیا و آخرت میں تر گیا
مر کر جینے والے نے صرف یہ خبر سنائی
زندگی کا جو وقت غفلت میں گزرا، ناپسند گزرا

''ہر قسم کی موت سے مبرا ہو کر بقا باللہ کا شہود ہوتا ہے۔ اپنا جنازہ پڑھ کر ہی بقا کا ظہور ہوتا ہے۔ پڑھ کر دیکھ۔ یہاں مرنا نہیں مٹنا ہے اور مٹنا...... بقا کے اسرار۔ ہر آسمانی کتاب تورات، زبور، انجیل اور قرآن کریم عظیم و حکیم نے آدمیت و انسانیت و بشریت کی بلندی و سرفرازی کا موجب توبہ و استغفار ہی کو قرار دیا اور توبہ و استغفار ہی کی بدولت جملہ انوارات و برکاتِ الٰہیہ کا ظہور ہوا۔''

(ذکر و اطاعت و شان رسول روحی فداہ ﷺ ص ۲۱۱۔ تا ۲۱۵)

85638

# طریقت الاسلام کی تمام منازل کا نچوڑ

جناب محترم میاں محمد صدیق صادق صاحب نے اپنے پیر و مرشد تاجدار دار الاحسان حضرت ابو انیس محمد برکت علی قدس سرہ کی تعلیمات، مشن اور مقالات حکمت کو ایک مثنوی رنگ میں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ جناب میاں محمد صدیق صادق صاحب اب تک کئی کتب لکھ چکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے موضوع کو بھی انہوں نے انوکھے انداز میں ترتیب دیا ہے: ایک مقام پر لکھا:

حال......حق کی طرف سے بندے کے دل پر وارد ہوتا ہے کوئی بندہ اپنے ارادہ و اختیار سے نہ اسے وارد کرسکتا ہے نہ دور۔ یہ کیفیت وہبی ہوتی ہے، کسبی نہیں۔ خضر راہ ایسے بندوں کے انتظار میں صدیوں کھڑے رہتے ہیں، علائق دنیا سے منہ موڑ کر، حق سے رشتہ جوڑنے والے اپنے مطلوب و محبوب کی محبت میں اس قدر وارفتہ ہوجاتے ہیں کہ دنیائے دوں کا کوئی منظر انہیں اپنی طرف متوجہ نہیں کرسکتا۔ جسم الوجود کی خواہشات کا گلا گھونٹنا اور جیتے جی اپنے جنازے کی نماز پڑھ کر اپنی منزل کی ابتدا کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی منزل سے گزرنے والے فقیروں ہی کو اللہ نے یہ شرف بخشا ہوتا ہے کہ وہ نہ غم میں ملول ہوتے ہیں نہ راحت پر مسرور۔ نہ تحسین پہ خوش نہ تحقیر پہ بیزار یہی اور صرف یہی لوگ

اَلْاِنْسَانُ سِرِّی وَ اَنَا سِرُّہٗ

کے راز سے آگاہ ہوتے ہیں۔ کوئی دوسرا ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

جذب و سلوک کی داستان کے یہ کردار ہر دور میں اپنا کردار ادا کرتے رہے ہیں...... تاریخ عالم خود کو دہرائے یا نہ دہرائے۔ تاریخ طریقت ...... خود کو ضرور دہرایا کرتی ہے...... حال ماضی کا شاہد ہے۔ وہ جو چیز ماضی میں تھی حال میں بھی ہے...... حال کو ماضی پہ فوقیت حاصل ہے۔ دنیا میں ہر روز انسان جنم لیتے اور مرجاتے ہیں مگر صاحب حال کبھی کبھی اور کہیں کہیں پیدا ہوتا ہے۔ نہ اس کی زندگی عام لوگوں جیسی ہوتی ہے نہ موت، وہ مر نہیں بھی نہیں مرتا بلکہ اس کا تذکرہ رہتی دنیا تک جاری و ساری رہتا ہے۔

(سلطان جہاں، ص ۲۲)

# مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی منزل

''جملہ خواہشات کو ایک ایک کر کے، کھرل میں پیس کر، کپڑ چھان کر کے دریا میں بہا دینا، نشان تک باقی نہ رہنے دینا، اصطلاح میں اسے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کہتے ہیں۔ مرنے سے پہلے مرنا اور کسے کہتے ہیں؟...... نیستی ہستی کی تمہید، نیستی ہستی کی نوید، نیستی ہستی کا پیش خیمہ، نیستی نہیں ہستی بھی نہیں...... نیستی غبار ہستی گلزار، نیستی ابتداء ہستی انتہاء، نیستی فنا ہستی بقا، نیستی عدم ہستی وجود، نیستی نفی ہستی اثبات، نیستی ممات ہستی حیات...... اور نیستی مٹی، خاک، راکھ، غبار، کوڑا، روڑی میں پھینک دیا...... اور ہستی ...... اس سے پودا، کونپل، شگوفہ، غنچہ، پھول، پھل...... گویا ہستی کی بستی بسی ...... نیستی ہی سے ہستی کا وجود زندہ، اسی سے قائم اور یہی موتوا قبل ان تموتوا کی تشریح...... مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ہی نے زندگی کے شعور نو سے متعارف کرایا۔ جو مرتا نہیں زندگی کی کشمکش میں مبتلا رہتا ہے۔ مر اور جیتے جی مر۔ تیرے مرنے کے بعد ہی زندگی تیرا استقبال کرے گی۔ جو کبھی نہیں دیکھا دیکھے گا جو کبھی نہیں سنا سنے گا۔ جو کبھی نہیں جانا جانے گا اور جو مخفی راز پردوں میں محجوب و مستور تھے، منکشف ہونگے...... مردے کا حساب کتاب قبر میں ہوتا ہے، منکر نکیر لیتے ہیں۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی منزل کے مسافر کا حساب کتاب کسی خاموش مقام پر حظیرۃ القدس میں ارم کی وادی میں ہوتا ہے اور حضور اقدس ﷺ کی کمال رحمت میں ہوتا ہے۔ مان توڑ دیتا ہے۔ ہڈی پسلی کو توڑ مروڑ کر چکنا چور کر دیتا ہے، مٹی میں مٹی کر دیتا ہے۔ پھر جی کر جینے کی امیدیں توڑ دیتا ہے اور ہستی کو نابود کر کے مردہ، مردوں کی صفوں میں شمار ہو کر اپنے اپنے حال میں مصروف ہو جاتا ہے...... آپ کو اس قدر خوش کبھی نہیں دیکھا۔ کہاں سے آ رہے ہو؟ کہا کہ آج میں بہت خوش ہوں۔ آج میں جنازہ پڑھ کر آ رہا ہوں۔ پوچھا۔ کن کا؟ کہا۔ اپنا!

یہ سن کر سب متحیر ہوئے کہ اپنا جنازہ بھی کوئی پڑھ سکتا ہے؟ اور اس حال میں کہ وہ زندہ ہو۔! اس پر وہ بہت ہنسا اور کہنے لگا کہ اس دار فنا میں جب تک کوئی اپنا جنازہ آپ نہیں پڑھتا، نجات نہیں پاتا...... اپنا جنازہ پڑھ کر ہی بقا کا ظہور ہوتا ہے، پڑھ کر دیکھ! یہاں مرنا نہیں، مٹنا ہے اور مٹنا...... بقا کے اسرار!...... اہل فقر اپنے جنازے کی نماز سے فارغ ہو کر ہی اپنی منزل کی ابتدا کیا کرتے ہیں جو کبھی غلط نہیں ہوتی۔ یہ روحانیت کے عالم کا رفعت پذیر اور بالاتر مقام ہے۔ جنازہ کی نماز پڑھ چکنے کے بعد اور قبر میں داخل ہونے سے پہلے کا واقعہ......اولو الالباب...... جنازہ اور قبر میں کیا وقفہ ہوتا ہے قریب تر ہوتا ہے بھاویں سو سالہ ہو...... مردہ اور صرف مردہ دنیا کی بیوفائی و کج ادائی سے واقف ہوتا ہے، کبھی دنیا کے جھانسہ میں نہیں آ سکتا۔ زندے صرف جانتے ہیں مانتے نہیں...... مرنے کے بعد مرا تو کیا مرا؟ وقت آنے پر تو ہر کسی نے مر ہی جانا ہے، کسی کا جیتے جی مرنے سے پہلے مرنا...... ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ اہم ترین عزم الامور ہے ماشاء اللہ!...... جیتے جی مرنا سلوک کا بلند ترین مقام ہے۔ جیتے جی مرنے والوں کو اللہ اپنی ربوبیت و مجددیت کے صدقے حیات و ممات سے پاک فرما دیتے ہیں۔ مر کر جینے والا کبھی نہیں مرتا کسی نہ کسی

صورت میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

زندہ مردوں کی قبور بھی کثیر البرکات کا خزینہ ہوتی ہیں اور ہر فنا سے نا آشنا۔ ہوا کی طرح جہاں چاہیں اڑ جاتے ہیں جیسے ارواح! طریقت کا مایہ ناز مقام۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا. بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ موت سے ہمکنار ہوکر ہی کئے جاسکتے ہیں۔ زندگی میں نہیں اور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی زندگی۔ ماشاء اللہ! بارک اللہ! ابدی ہوتی ہے طریقت کی تمام منازل کا نچوڑ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ اور اس مقام پر کھڑا اور ثابت قدم رہنا ہر مشکل سے مشکل منزل اور ہر افضل سے افضل کام ہے اور طریقت الاسلام کے چار معروف مقامات!

۱. التوبة والاستغفار

۲ الصمت التام

۳. الذکر الدوام

۴. موتوا قبل ان تموتوا

سچی اور پکی توبہ کی برکت سے الصمت التمام......الصمت التام...... مفتاح الذکر الدوام اور الذکر الدوام. مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی منزل کی طرف پہلا قدم ہے۔ گویا انسان کی حیات الدنیا اور طریقت الاسلام کی منزل کا سب سے اونچا، سب سے اخیر اور سب سے مشکل مقام مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ہے۔ اور تیری توفیق وعنایت کے بغیر تیرا کون بندہ۔ اے بادشاہوں کے بادشاہ! اس مقام پہ کھڑا ہونے کی جرات کرسکتا ہے! بڑے بڑے دانشور اس عمل کی تاب نہ لاتے ہوئے گھٹنے ٹیک گئے لیکن ہار کر بھی نہ ہارے، مر کر بھی ان کے عزم جوں کے توں جاری! کوئی فنا انہیں فنا نہ کرسکی۔ اور ان ہی

کے دم سے عاشقان طریقت کی قبور زندہ جاوید اور اس دنیائے دوں میں حرکت و برکت ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی وادی سے گزرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا فقر الی اللہ کی میراث۔ الٰہی عنایت کا ورود اور ابد الآباد تک قائم و دائم۔ موت کا استقبال فقر کی معراج اور جو مرنے سے پہلے مرا، موت نے اس کا استقبال کیا۔ موت مُردوں کیلئے نہیں، مُردوں کیلئے ہوتی ہے۔ موت مُردوں کیلئے مقام بقاء اور مردوں کیلئے مقام فنا ہے۔ موت کا جب بھی مردوں سے سامنا ہوا مرد موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرائے، موت تھر تھرا اٹھی! پکارنے لگی...... یا اللہ! یہ وہی لوگ ہیں جن کو کسی قسم کا غم نہیں، نہ ان کو جنت کی خوشی نہ دوزخ کا ڈر...... یہ تو تیری آرزوئے دید کی بیخودی کے نشے میں مست والست ہیں۔''

(ازل کا مسافر ص ۲۷۶ تا ۲۷۹)

# مر کر جینے والا کبھی نہیں مرتا

## مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

''آج میں بہت خوش ہوں، آج میں جنازہ پڑھ کر آرہا ہوں! پوچھا کن کا! اپنا! یہ سن کر سب متحیر ہوئے کہ اپنا جنازہ بھی کبھی کوئی پڑھ سکتا ہے؟ اور اس حال میں کہ وہ زندہ ہو!...... اس پہ وہ بہت ہنسا اور کہنے لگا...... اس دارفنا میں جب تک کوئی اپنا جنازہ آپ نہیں پڑھتا، نجات نہیں پاتا...... اپنا جنازہ پڑھ کر ہی بقا کا ظہور ہوتا ہے، پڑھ کر دیکھ! ...... اہل فقر اپنے جنازے کی نماز سے فارغ ہوکر اپنی منزل کی ابتداء کیا کرتے ہیں جو کبھی غلط نہیں ہوتی اور یہ روحانیت کے عالم کا رفعت پذیر اور بالا تر مقام ہے۔''

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا مکمل عرفان، اس کا بے مثل عملی مظاہرہ، آپؒ سرکار کا اپنے جنازے کی آپ نماز پڑھ کر اپنی منزل کا آغاز کرنا، آپ سرکار کی زندگی کا ایسا قابل

رشکِ عمل ہے جس کی برابری کا دعویٰ نہ کوئی کرامت کرسکتی ہے نہ کوئی دوسرا عمل اور نہ ہی کوئی کمال! آپ سرکار کی پون صدی پر محیط متصوفانہ زندگی **مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا** کی مشکل ترین اور کٹھن ترین منزل کا جیتا جاگتا عملی مظاہرہ ہے۔ اور **مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا** کا مفہوم آپ کے اپنے الفاظ میں:

''جملہ خواہشات کو ایک ایک کر کے، کھرل میں پیس کر، کپڑ چھان کر کے دریا میں بہا دینا، نشان تک باقی نہ رہنے دینا، اصطلاح میں اسے **مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا** کہتے ہیں۔ مرنے سے پہلے مرنا اور کسے کہتے ہیں؟...... نیستی غبار، ہستی گلزار، نیستی ابتداء ہستی کی نوید، نیستی ہستی کا پیش خیمہ، نیستی نہیں ہستی بھی نہیں...... نیستی غبار ہستی گلزار، نیستی ابتداء ہستی انتہاء، نیستی فنا ہستی بقا، نیستی عدم ہستی وجود، نیستی نفی ہستی اثبات، نیستی ممات ہستی حیات...... اور نیستی مٹی، خاک، راکھ، غبار، کوڑا روڑی پر پھینک دیا...... اس سے پودا، کونپل، شگوفہ، غنچہ، پھول پھل...... گویا ہستی کی بستی بسی...... نیستی ہی سے ہستی کا وجود زندہ، اسی سے قائم اور یہی **مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا** کی تشریح!''

''مردے کا حساب کتاب قبر میں ہوتا ہے، منکر نکیر لیتے ہیں...... **مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا** کی منزل کے مسافر کا حساب کتاب کسی خاموش مقام پر ''حظیرۃ القدس'' میں ارم کی وادی میں ہوتا ہے اور حضور اقدس ﷺ کی کمال رحمت میں ہوتا ہے۔ مان توڑ دیتا ہے، ہڈی پسلی کو توڑ مروڑ کر چکنا چور کردیتا ہے، مٹی میں مٹی کردیتا ہے۔ پھر جی کر جینے کی امیدیں توڑ دیتا ہے اور ہستی کو نابود کر کے مردہ مردوں کی صفوں میں شمار ہوکر اپنے اپنے حال میں مصروف ہوجاتا ہے۔''

''وقت آنے پر تو ہر کسی نے مر ہی جانا ہے، کسی کا جیتے جی مرنے سے پہلے مرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں اہم ترین عزم الامور ہے۔ ماشاء اللہ! جیتے جی مرنے والوں کو اللہ

اپنی ربوبیت ومجددیت کے صدقے حیات وممات سے پاک فرما دیتے ہیں اور مرکر جینے والا کبھی نہیں مرتا۔ کسی نہ کسی صورت ہمیشہ زندہ رہتا ہے...... اور زندہ مردوں کی قبور بھی کثیر البرکات کا خزینہ ہوتی ہیں، ہر فنا سے نا آشنا۔ ہوا کی طرح جہاں چاہیں اڑ جاتے ہیں، جیسے ارواح!...... مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی وادی سے گزرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا فقر الی اللہ کی میراث، الٰہی عنایت کا ورود اور ابد الآباد قائم و دائم...... کمالات و راء الوریٰ، مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا بے مثل انسان کی حیات الدنیا اور طریقت الاسلام کی منزل کا سب سے اونچا، سب سے اخیر اور سب سے مشکل مقام مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ہے۔ اور تیری توفیق وعنایت کے بغیر تیرا کون بندہ ...... اے بادشاہوں کے بادشاہ! اس مقام پر کھڑا ہونے کی جرات کرسکتا ہے!۔''

(کمالاتِ برکتؒ۔ صفحہ ۱۸۳۔ ۱۸۴)

محترم جناب محمد ظفر اللہ انبالوی جنہوں نے اپنی زندگی تاجدار دار الاحسان حضرت ابو انیس محمد برکت علی قدس سرہ کے مشن کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ تبلیغ اسلام و دکھی انسانیت کی خدمت طب نبوی ﷺ کے ذریعے دن رات انجام دے رہے ہیں اور ایک عظیم الشان مرکز ''فیضان البرکت'' کے نام سے سرگودھا روڈ فیصل آباد میں تعمیر کر دیا گیا اور تاجدار دار الاحسان کی بے شمار کتب کی دوبارہ اس مرکز سے اشاعت کی جارہی ہے۔ جناب محمد ظفر اللہ انبالوی صاحب نے دار الاحسان کے عالمگیر تبلیغی مشن اور دکھی انسانیت کی خدمات پر مبنی ایک فکر انگیز کتاب ''رب کا روپ'' دو حصوں میں جو کہ پندرہ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، شائع کی ہے۔ انہوں نے بھی مقالاتِ حکمت کی تیس جلدوں میں سے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے عنوان پر لکھے گئے مقالات کو بڑی محنت سے اپنی کتاب کے ایک باب میں یکجا کر دیا ہے اور یہی ہماری اس کتاب کا اصل ماخذ ہے۔

# مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

## حضرت ابوانیس محمد برکت علی قدس سرہ العزیز:

☆ انسان کی حیات الدنیا اور طریقت الاسلام کی منزل کا سب سے اونچا مقام۔

☆ یہ مقام طریقت الاسلام کی تمام منازل کا نچوڑ ہے۔

☆ یہ مقام صرف اور صرف میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی عاطفت و قیادت میں طے ہوتا ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ کی رحمت کی آغوش میں ہوتا ہے۔

☆ اس مقام کو پانے والے ہی الانسان سِرّی و انا سرہٗ کے راز سے آگاہ ہوتے ہیں۔

☆ اس مقام کا حامل مرکر بھی نہیں مرتا بلکہ اس کا تذکرہ رہتی دنیا تک جاری و ساری رہتا ہے۔

☆ یہ مقام ہی انسان کو زندگی کے شعور نو سے متعارف کراتا ہے۔

☆ اسی مقام پر جو مخفی راز پردوں میں محجوب و مستور تھے، منکشف ہوتے ہیں۔

☆ یہ روحانیت کے عالم کا رفعت پذیر اور بالاتر مقام ہے۔

یہ طریقت کا ایک مایہ ناز مقام ہے۔

☆ اے ہمنشیں! تو کیا جانے مرکر جینے والا پھر کبھی نہیں مرا کرتا۔ نقل مکانی کیا کرتا ہے۔

☆ جو کوئی مرنے سے پہلے مر جاتا ہے وہ ابدی حیات کا امین بن جاتا ہے۔

☆ جیتے جی مرنا سلوک کا بلند ترین مقام ہے اور

☆ جو جیتے جی مرگیا...... دنیا و آخرت میں ترگیا

# طریقت کا مایہ ناز مقام

# مُوتُوا قَبلَ اَنْ تَمُوتُوا

| | |
|---|---|
| کمالات ............................ | وریٰ الوریٰ |
| مُوتُوا قَبلَ اَنْ تَمُوتُوا ............ | بے مثل |

(مقالاتِ حکمت شمار ۵۱۳۶)

ہمارے شیخ ابو انیس سیدنا محمد برکت علی لودھیانوی قدس سرہ العزیز ۱۹۴۵ء میں جب جملہ دنیاوی علائق سے منقطع ہوکر تاجدارِ کلیر، مخدوم جہاں سیدنا مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ العزیز کے حضور میں حاضر ہوئے تو یہ وعدہ کیا کہ

''دنیامیں میں یہ کوشش کروں گا کہ اپنے تئیں اُن مردوں میں شمار کروں جو قبروں میں ہیں۔ اور مردوں کی کوئی تمنا نہیں ہوتی مگر یہ اور صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندگی بخشے اور وہ دنیا میں جاکر اللہ کی عبادت کریں۔''

اس ساعت سعود و مبارک سے لے کر موت تک آپ قدس سرہ العزیز اس عہد پہ چٹان کی طرح ثابت قدم رہے۔ مسلسل نصف صدیٰ اس حال میں گزار دی جیسے کوئی مردہ اپنی قبر میں گزارتا ہے۔ نہ کبھی اللہ کی یاد سے غافل ہوئے اور نہ ہی کبھی دنیا کی طرف راغب ہوئے۔ ہمہ وقت اپنے آپ کو اللہ کی حضوری میں حاضر سمجھا۔ طریقت الاسلام میں یہی حالِ ''مُوتُوا قَبلَ اَنْ تَمُوتُوا'' کہلاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''اس مقام پہ اللہ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور کوئی موجود نہیں ہوتا۔ یہ مقام

صرف اور صرف میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہی کی عاطفت و قیادت میں طے ہوتا ہے۔"

() مقالاتِ حکمت، شمار ۲۵۳۴۷

ہمارے شیخ حضور باواجی سرکار قدس سرہ العزیز مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی اس بے مثل منزل پہ کیسے گامزن ہوئے؟ اُنہی کی زبانی سنیئے:

"آپ کو اس قدر خوش کبھی نہیں دیکھا، کہاں سے آرہے ہو؟" کہا کہ، "آج میں بے حد خوش ہوں۔ آج میں جنازہ پڑھ کر آرہا ہوں!" پوچھا کہ، کن کا! (اُس نے) کہا، "اَپنا!" یہ سن کر سب متحیر ہوئے، کہ اپنا جنازہ بھی کبھی کوئی پڑھ سکتا؟ اور اس حال میں، کہ وہ زندہ ہو۔

اس پہ وہ بہت ہنسا، اور کہنے لگا کہ، اس دارِفنا میں جب تک کوئی اپنا جنازہ آپ نہیں پڑھتا، نجات نہیں پاتا۔ مَردوں کا دنیا میں جینا مُردوں کی طرح ہوتا ہے اور کوئی بھی آواز مردوں کو نہ جگاسکتی ہے نہ بلا۔"

"مردہ اور صرف مردہ دنیا کی بے وفائی و کج ادائی سے واقف ہوتا ہے۔ کبھی دنیا کے جھانسہ میں نہیں آسکتا۔ زندے صرف جانتے ہیں مانتے نہیں۔"

"مر کر جینے والے ہی رذائل و خبائث سے باز رہ سکتے ہیں۔ اور مر کر جینے والے ہی رذائل و خبائث کی برائی سے واقف ہوتے ہیں، جینے والے نہیں۔ جینے والوں کو برائی کے برے نتائج کی......خبر ہوتی ہے، نظر نہیں ہوتی۔

اور انسانیت کی تکمیل کے لئے خبر نظر کی محتاج ہے!"

() مقالاتِ حکمت، شمار ۲۳۰۴ تا ۲۳۰۶

''ایک نے کہا کہ اُس نے ان آنکھوں سے بہت کچھ دیکھا۔ اُس پہ نزع طاری ہوئی۔ اس کی جان قبض ہوئی۔ اسے قبر کا خوفناک منظر دکھلایا گیا۔ جسے دیکھتے ہی اُس کا دم گھٹنے لگا۔ اسے دہکتے ہوئے انگاروں پہ لٹایا گیا۔ اُس نے اپنا حشر دیکھا اور نشر دیکھا۔ پھر اس نے کہا کہ یا اللہ! تیرا یہ گنہگار بندہ جب تک تیری دنیا میں زندہ رہا، تیری بارگاہِ رب ذوالجلال والاکرام میں یہی ایک دعا مانگتا رہا کہ تو اسے اپنے ذکر و طاعت کی توفیق عطا فرما...... نیز اس نے کہا کہ اس کے علاوہ بھی اس نے اور بہت کچھ کہا مثلاً یہ کہ، (یا اللہ!) وہ تیری دنیا میں ایک خشک تنکے کی مانند ہوا کے حوالے تھا۔ جدھر وہ چاہتی، اڑا لے جاتی۔ اس کا نیکی کرنا اور بدی سے بچنا تیری ہی توفیق پہ موقوف تھا۔

یہ سن کر میرے اللہ تبارک و تعالیٰ عز وجل ذوالجلال والاکرام کو میرے حال پہ رحم آیا۔ جب اس نے تمام علائق سے منقطع ہوکر اللہ کی ربوبیت کو پکارا تو اسی وقت میرے رب کی ربوبیت رحمت کے جوش میں آ گئی، اور اس کمینے کو بخش دیا۔''

() مقالات حکمت، شمار ۱۶۷۷ تا ۱۶۷۸

''پھر جب وہ لوٹ کر دنیا میں آیا۔ دنیا کی ہر شے سے بے نیاز تھا۔ اللہ کے سوا کوئی اور شے اس کے دل میں نہ تھی۔ اس کا دل کون و مکاں کی ہر شے سے مستغنی و بے نیاز تھا۔ اے ہمنشیں! تو کیا جانے مرکر جینے والا پھر کبھی نہیں مرا کرتا، نقل مکانی کیا کرتا ہے۔''

() مقالات حکمت، شمار ۱۶۸۱

مرکر جینے والا کبھی نہیں مرتا
کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

''جب تک کوئی زندہ مردوں کی طرح نہیں مرتا، ارم کا کوئی کھیل کبھی نہیں کھیل

سکتا، نہ ہی کوئی بازی جیت سکتا ہے۔"

() مقالات حکمت، شمار ۶۸۶۴

موت............زندگی کی معراج

اور

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ......ریاضُ الجنۃ

() مقالات حکمت، شمار ۵۰۴۶

"تیری اپنی ہی فنا میں ہر فنا اور تیرا اپنا ہی جمال ہر جمال کا منبع ہے۔"

() مقالات حکمت، شمار ۵۰۶۱

"مرنا کسے یاد نہیں لیکن کوئی مرنا پسند نہیں کرتا۔ مرنے سے پہلے مرنا......

ہر مشکل سے مشکل،

ہر اعلیٰ سے اعلیٰ،

ہر کوئی اس کا دعویدار لیکن کسی کو عبور حاصل نہیں۔

() مقالات حکمت، شمار ۵۰۶۲

"زندگی کی فنا کا عارف دنیا سے بیزار ہوکر ہی مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مقام پر فائز ہوسکتا ہے، کسی اور طرح نہیں اور اس مقام پہ ذکر کے سوا کوئی اور مقام قائم نہیں رہتا۔"

() مقالات حکمت، شمار ۵۱۲۷

"مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے بعد موت کا ہر تذکرہ بھول جاتا ہے اور بھلا دیا

جاتا ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا تذکرہ ابدالآباد زندہ اور قائم رہتا ہے۔"

() مقالاتِ حکمت، شمار ۱۹۸۷

"توبہ کے بعد بہترین عنایات کا اجراء:

☆ اَلصَّمْتُ التام

☆ الذکر الدوام

☆مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

اگر کما حقہ، اتباع ہو، کن فیکون کے مصداق۔"

() مقالاتِ حکمت، شمار ۲۰۳۰

"دنیا فنا کا مقام ہے۔ دنیا کی ہر شے فنا کی زد میں ہے۔ جب تک دنیا کی ایک بھی شے...... جو دنیا کہلاتی ہے...... فنا نہیں ہوتی، بقا نہیں پاتی۔ آخر دم تک کش مکش میں مبتلا رہتی ہے۔

زندگی دم ہے دم ہی سے یہ زندہ و قائم ہے۔

| |
|---|
| جو دم غفلت میں گزرا............ فانی |
| جو تیری یاد میں گزرا............ باقی |

دم ہی کو فنا اور دم ہی کو بقا ہے۔

| |
|---|
| بہترین دم ...... جو تیری جستجو میں گزرا |
| باقیات الصالحات ...... ماشاء اللہ |

ہر تخم فنا ہو کر ہی اُگتا ہے۔ جو فنا نہیں ہوتا، مٹی میں رُلتا ہے۔

گرم و سرد ہوائیں اس کے جوہر کو کسی بھی کام کا نہیں رہنے دیتیں۔

پرندے اسے کھا کر ختم کر دیتے ہیں۔

یا حی یا قیوم

اے مالک کون و مکاں!

تیری جستجو کے مسافر ہمیشہ گرد آلود رہتے ہیں۔

غبار بنے رہتے ہیں، سفر جاری رکھتے ہیں،

لا مکان ہوتے ہیں، بے نشان ہوتے ہیں،

یہی ان کی زندگی کے گوہر ہوتے ہیں۔

تیری جستجو کے مسافر

یا حی یا قیوم!

مر کر بھی نہیں مرتے۔

اپنا سفر جوں کا توں جاری رکھتے ہیں۔''

**وما علینا الا البلاغ**

() **مقالاتِ حکمت، شمار ۹ ۱۶۷**

''جو کوئی مرنے سے پہلے مر جاتا ہے...... دین و دنیا اور آخرت کی تمام ادائیں سمٹ کر اس پہ چھا جاتی ہیں۔ اس مقام پہ مرنے والے مرا نہیں کرتے۔ نہ ہی کوئی موت انہیں مار سکتی ہے۔ ابدی حیات کے امین ہوتے ہیں۔''

() **مقالاتِ حکمت، شمار ۹۸۴۷**

”مر کر جینے والوں نے بتایا: یہ فنا کا مقام ہے۔

بقا......”ہُو“ کی پود

اور پود ہی نے فصل کو اگایا۔

بقا ایک محویت ہے حاضر و ناظر اس کا شہود۔“

() مقالات حکمت، شمار ۱۱۰۷۵

”ہر قسم کی موت سے مبرا ہو کر بقا باللہ کا شہود ہوتا ہے۔“

() مقالاتِ حکمت، شمار ۱۲۲۲۹

| |
|---|
| جو جیتے جی مرگیا، |
| دنیا و آخرت میں تر گیا۔ |

() مقالاتِ حکمت، شمار، ۱۲۲۳۰

غور فرمائیں کہ:

مرنے کے بعد ہی کسی کے ثواب و عذاب کا اجراء ہوا کرتا ہے زندگی میں نہیں۔
زندگی میں یہ اعزاز صرف مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے حامل کو حاصل ہوتا ہے۔“

() مقالاتِ حکمت، شمار ۵۳۴۶

”مرنے سے پہلے مرنے والے صرف دو کاموں کے لئے زندہ رہتے ہیں:

۱۔ اللہ کی عبادت

۲۔ اللہ کی مخلوق کی خدمت

تیسرے کسی بھی کام میں دلچسپی نہیں لیتے، یگانہ ہو یا بیگانہ۔“

() مقالاتِ حکمت،شمار ۲۳۳۷

''جیتے جی مرنا سلوک کا بلند ترین مقام ہے۔

ہر کوئی جیتے جی مرسکتا ہے؟ کبھی نہیں!

جیتے جی مرنے والوں کو اللہ اپنی ربوبیت ومحبوبیت کے صدقے حیات وممات سے پاک فرما دیتے ہیں۔''

() مقالاتِ حکمت، شمار ۲۴۶۱

''بعض کام ایسے ہوتے ہیں...... ماشاء اللہ...... کہ موت سے ہمکنار ہوکر ہی کیے جاسکتے ہیں، زندگی میں نہیں۔ اور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی زندگی، ماشاء اللہ، بارک اللہ، ابدی ہوتی ہے۔''

() مقالاتِ حکمت، شمار ۴۹۲۹

| | | |
|---|---|---|
| موت | کا | استقبال |
| فقر | کی | معراج |

''جو مرنے سے پہلے مرا، موت نے اس کا استقبال کیا۔

مرنے سے پہلے مرنے والے کی سب سے پہلے ............ تمنا،

پھر ہر شے مرجاتی ہے۔

نہ جینے کی حسرت، نہ مرنے کا غم۔''

() مقالاتِ حکمت شمار ۸۲۹۱

''مرکر جینے والا پھر کبھی دنیا کی طرف راغب نہیں ہوتا۔''

() مقالاتِ حکمت، شمار ۱۱،۰۰۰

صوفیائے عظام کی اس ٹرم مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ جیتے جی اپنی تمام خواہشات کو مٹا کر دفنا دینا اور مُردوں کی طرح زندگی گزارنا۔ مردوں کی کوئی حاجت نہیں ہوتی طلب وتمنا نہیں ہوتی مگر یہ اور صرف یہ کہ اللہ انہیں دنیا میں بھیجیں وہ اللہ کی عبادت کرتے رہیں۔

# طریقت الاسلام کے چار معروف مقامات

التوبۃ والاستغفار

الصمت التام

الذکر الدوام

موتوا قبل ان تموتوا

"سچی اور پکی توبہ کر...... توبہ کی برکت سے الصمت التام ...... الصمت التام...... مفتاح الذکر الدوام اور الذکر الدوام ......موتوا قبل ان تموتوا کی طرف پہلا قدم ہے۔"

ماشاءاللہ

() مقالاتِ حکمت،شمار ۹۷۸۶

"انسان کی حیات الدنیا اور طریقت الاسلام کی منزل کا سب سے اونچا، سب سے اکسیر اور سب سے مشکل مقام مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ...... کا حامل مردے کی طرح اکیس صفات سے مزین ہو کر ہی اس مقام کو پاسکتا ہے، کسی

اور طرح نہیں۔

## صفت اوّل

بندہ جب مرجاتا ہے، خاموش ہوجاتا ہے۔ کلیتًا خاموش۔ کسی کے بھی بلانے سے کبھی نہیں بولتا۔ بول سکتا ہی نہیں۔ الصمت التام مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا اولین مقام۔ ستون بھی کہیں تو بے جا نہیں۔ الصمت التام (مکمل خاموش رہنا) کے تین مدارج ہیں:

### الف) خاموش رہنا:

کسی سے بھی اور کسی بھی قسم کی کلام مطلق نہ کرنا یہ ادنیٰ درجہ ہے۔

### ب) جسم الوجود کے ہر عضو کا خاموش ہونا:

جسم کے کسی بھی عضو کا کسی بھی گناہ کا کبھی مرتکب نہ ہونا دوسرے لفظوں میں، ماموارت کا پابند اور منہیات سے کلیتًا باز رہنا۔ یہ میانہ درجہ ہے۔

### ج) جسم الوجود کے اندر دل کا خاموش رہنا:

دل کا خاموش رہنا خاموشی کی اصل اور بلوغ الی المرام۔ جب تک کسی کا دل خاموش نہیں ہوتا، واقف الاسرار نہیں ہوتا اور نہ ہی زبان کی خاموشی کا کیف طاری ہوسکتا ہے۔ دل ایک گزرگاہ ہے ہر وقت ہر حال میں، قبض ہو یا بسط، کسی نہ کسی خیال میں مشغول رہتا ہے۔ ساری دنیا میں گشت کرو، شاید ہی کسی کو کوئی ایسا خاموش، جس کا دل خاموش ہو۔ ملے۔ دل کا خاموش ہونا عنایت و شفاعت پہ موقوف ہے۔ اللہ جس دل کو اپنا راز منکشف فرمانے کے لئے قبول فرما لیتے ہیں، اسے خاموش کردیتے ہیں۔ پھر اس دل میں کبھی کوئی خیال نہیں آتا۔ بدوں عنایت الٰہی کسی کو بھی اس پہ قدرت حاصل نہیں، اگرچہ لاکھ جتن

کرے۔

**صفت دوم:**

مردہ اپنے رب کے سوا کسی اور طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتا ہوسکتا ہی نہیں۔

**صفت سوم:**

مردے کے نزدیک دنیا کی کوئی بھی چیز قدر و اہمیت نہیں رکھتی مطلق نہیں گوہر و گوبر یکساں۔

**صفت چہارم:**

مردے کے نزدیک دنیا کا کوئی بھی منصب کوئی وقعت نہیں رکھتا، میر و فقیر یکساں۔

**صفت پنجم:**

مردہ کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز اس کی میراث ہوتی ہے۔

ہر چیز کا مالک اللہ مالک السموات والارض و وارث بھی اللہ ہی ہے۔

**صفت ششم:**

مردے کا کسی سے بھی اور کوئی بھی رشتہ باقی نہیں رہتا۔ موت تمام رشتے ختم کردیتی ہے۔

**صفت ہفتم:**

مردے کی کوئی بھی طلب وتمنا نہیں ہوتی۔ مگر یہ اور صرف یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ زندگی بخشے، وہ کوئی بھی دم ذکر و اطاعت سے خالی نہ گزارے۔ اور کسی بھی قسم

کی کوئی نافرمانی کبھی نہ کرے۔

**صفت ہشتم:**

مردہ اپنے رب کے سوا کسی اور طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتا۔

**صفت نہم:**

مردہ اپنے رب کے سوا کسی سے بھی اور کسی بھی قسم کا کوئی تعلق مطلق نہیں رکھتا۔

**صفت دہم:**

مردہ اپنے رب کے سوا کسی سے بھی اور کوئی امید بالکل نہیں رکھتا۔

**صفت یازدہم:**

مردہ سنتا ہے لیکن کسی کو بھی کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ بالکل نہیں دے سکتا۔

**صفت دوازدہم:**

مردہ دیکھتا ہے لیکن کچھ بھی کرنے پہ کوئی قدرت نہیں رکھتا، مطلق نہیں رکھتا۔

**صفت سیزدہم:**

مردہ سن کر اور دیکھ کر بھی کبھی کچھ نہیں کہتا اور کبھی کچھ نہیں کرتا۔ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا اور بسمل کی طرح لوٹتا رہتا ہے۔

**صفت چہاردہم:**

انسانی زندگی ارادہ و حرکت کا اصطلاحی نام ہے۔ انسان پہلے کسی کام کا ارادہ کرتا ہے پھر اسے پائیہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے حرکت میں آتا ہے۔ مردے کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ نہ ہی مردہ کسی حرکت پہ کوئی قدرت رکھتا ہے، بال برابر بھی نہیں!

## صفت پانزدہم:

مردہ کبھی خوش نہیں ہوتا اور کبھی نہیں اتراتا۔

## صفت شانزدہم:

مردہ کبھی نہیں روتا مگر گناہوں اور غفلت پہ روتا اور پچھتاتا ہے۔ ہر وقت ہر حال میں اپنے تئیں رذیل و کمین قرار دے کر مطمئن بھی ہوجاتا ہے اور رب رحمٰن و رحیم کی برکت کا امیدوار بھی۔

ماشاء اللہ.

## صفت ہفدہم

مردہ عزت و ذلت سے کلیتاً مستغنی و بے نیاز ہوتا ہے۔ ہر عزت اللہ ہی کے لئے لائق و سزاوار ہے مردہ کسی ذلت کی کسی بھی قسم کی پرواہ نہیں کرتا۔

## صفت ہجدہم:

مردہ کسی کو بھی کچھ نہیں کہتا۔ کبھی کچھ نہیں کہتا اگرچہ کوئی مردار کی طرح گھسیٹ کر رُوڑی پہ پھینک دے۔

## صفت نوزدہم:

مردہ جب ایک بار مرجاتا ہے، پھر کبھی زندہ نہیں ہوتا۔

## صفت بستم:

زندگی میں بندہ کہتا ہے، اللہ سنتا ہے۔ بندہ کرتا ہے، اللہ دیکھتا ہے۔مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مقام پر......اللہ کہتا ہے، مردہ سنتا ہے...... اللہ کرتا ہے، مردہ دیکھتا ہے۔

## صفت بست ویکم:

مردہ غیریت سے پاک ہوتا ہے۔ کلیتاً پاک۔ تمام دنیا کی حرکات وسکنات کو اللہ رب العالمین کی حرکات وسکنات سمجھتا ہے۔

ہر فعل کی ظاہری فاعل...... مخلوق

حقیقی............ اللہ

**ماشاء اللہ**

ف: کائنات کا نظام ارادتِ ازلی کے تحت محوِ عمل ہے۔ بدوں ارادتِ الٰہی کسی کو بھی کسی بھی امر پہ کوئی قدرت حاصل نہیں، مطلق نہیں۔ ہر مخلوق کی پیشانی کے بال اللہ رب العالمین کے ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑے اور جکڑے ہوئے ہیں۔ ہر کوئی حکم کا محکوم، قدر کا مقدور اور بے کس و بے بس۔ ہر کسی کے ساتھ جیسا ہوتا ہے حکمت الٰہی کے تحت ہوتا ہی اور حکیم کا کوئی بھی امر حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

تیری توفیق وعنایات کے بغیر تیرا کون بندہ،

اے بادشاہوں کے بادشاہ!

اس مقام پہ کھڑا ہونے کی جرات کرسکتا ہے؟''

**(مقالاتِ حکمت، شمار ۹۷۸۷)**

''ایک نے کہا: تم مرو۔

اللہ کے فقیر بھی کبھی مرا کرتے ہیں؟

فقیر ایک بار مرتا ہے پھر کبھی نہیں ~~مرتا~~ نقل مکانی کیا کرتا ہے۔ ایک دم سے

دوسرے دم میں منتقل ہو جاتا ہے۔

حاضرین نے کہا: تو نے سچ کہا۔"

(مقالاتِ حکمت، شمار ۸۴۱۱)

''مومن مر کر میدان میں آتا ہے، پھر کوئی موت اسے مار نہیں سکتی، ابدی حیات پا کر مرا ہوتا ہے۔"

(مقالاتِ حکمت، شمار ۸۴۱۲)

''اہل فقر اپنے جنازے کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی منزل کی ابتدا کیا کرتے ہیں، جو کبھی غلط نہیں ہوتی۔

یہ روحانیت کے عالم کا رفعت پذیر اور بالاتر مقام۔

جنازہ کی نماز پڑھ چکنے کے بعد اور قبر

میں داخل ہونے سے پہلے کا وقفہ

## اولو الالباب!

جنازہ اور قبر میں کیا وقفہ ہوتا ہے؟

قریب تر ہوتا ہے

بھانویں سو سالہ ہو۔"

(مقالاتِ حکمت، شمار ۸۵۹۴)

روز مرتا ہے اور زندہ بن کر زندگی کا پیغام سناتا ہے

اسے طریقت میں کن کناں کا مقام کہتے ہیں۔

(مقالاتِ حکمت، شمار ۱۰۴۹۵)

''اگر ان سب نے مر ہی جانا تھا، کیوں زندہ رہے؟

جیتے جی کیوں نہ مرے؟

کسی ابدی حیات کا نشان بن کر کیوں نہ رہے،

کہ موت انہیں کبھی فنا نہ کرتی۔

ہر شے چھوٹ جانی تھی (تو) جیتے جی کیوں نہ چھوڑی؟

کیا خوب ہوتا، اس کفن کے سوا تیرے پاس کوئی بھی شے نہ ہوتی۔

مٹی ہی ہونا تھا، جیتے جی ہوتا۔

تیری مٹی جو تجھ سے نالاں تھی۔ تیرا استقبال کرتی!''

(مقالاتِ حکمت، شمار ۷۵۹۹)

''سب سے اہم عقدہ حیات و ممات کا ہوتا ہے۔

(اسے) سب سے پہلے نپٹا۔

ہر شے کو اللہ کے حوالے کر۔

پھر حیات و ممات کو بالائے طاق رکھ کر اس منزل میں قدم رکھ۔

جو چیز مرنے والی ہے، سب سے پہلے مار۔''

(مقالاتِ حکمت، شمار ۷۶۸۴)

''زندے زندگی کی قدر نہیں کرتے۔

مردے بولے: اگر اللہ ہمیں زندگی بخشے تو بندگی کی حد کردیں۔

ایک زندہ مردوں کی باتیں سن رہا تھا۔ ان کا حال دیکھنے کی تاب نہ لاتے ہوئے مردوں کی طرح رہنے لگا۔

مردہ کچھ بھی کرنے پہ قدرت نہیں رکھتا۔ جو بھی چیز اس کے پاس ہوتی ہے، زندوں میں تقسیم کردیتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی پہنی ہوئی کفنی کے سوا کوئی بھی شے نہیں چھوڑتا۔''

(مقالاتِ حکمت، ۷۷۴۳)

''مستی ہر ہستی کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ اگر ایسا نہیں تو نہ کوئی ہستی ہے نہ مستی، محض ایک شاعرانہ تخیل ہے۔''

(مقالاتِ حکمت، شمار ۲۹۶۱)

''جب تک ایک ہستی مٹتی نہیں، دوسری بنتی نہیں۔

ایک کی فنا دوسرے کی بقا ہوتی ہے۔

فنا کے بعد بقا زندگی کا ابدی دستور ہے۔''

(مقالاتِ حکمت، شمار ۲۹۶۲)

''جب اس زندگی نے ختم ہی ہوجانا تھا تو ......کیوں ایسے نہ گزاری جو مرنے کے بعد ابدی حیات کی امین ہوتی؟

میاں بولے: ''جب مر ہی جانا تھا، جیتے جی کیوں نہ مرا؟ اگر مرجاتا تو تجھے کیا بتاؤں کہ کیا ہوتا؟ دین و دنیا و آخرت کی تمام ادائیں سمٹ کر تجھ میں آجاتیں۔''

# خدائی نظام کے تحت

آج کا دن آخری دن اور آنے والی رات آخری رات ہے۔

یہ کمی کل نہیں، آج پوری کر۔

اس کمی کو توبہ اور توبہ والا استغفار ہی پورا کیا کرتی ہے۔"

(مقالاتِ حکمت، شمار ۲۹۸۲)

"اللہ کے بندے مرا نہیں کرتے۔

موت کی سب نشانیاں اپنے وجود

پہ وارد کر کے

"لسان الغیب"

کے مورد بن جاتے ہیں اور لسان الغیب

"ہو"

کی آواز ہوتی ہے۔"

(مقالاتِ حکمت، شمار ۱۱۷۹۲)

"ھو" کی ندا برحق ہے، سدا قائم رہتی ہے۔

یہی عارفیت کا اولین مقام ہوتا ہے۔

(مقالاتِ حکمت، شمار ۱۱۷۳۰)

اپنا جنازہ پڑھ کر ہی

بقا کا ظہور ہوتا ہے۔

پڑھ کر دیکھ!

(مقالات حکمت، شمار ۱۲۱۶۱)

نیستی ............... ہستی کی تمہید

نیستی ............... ہستی کی نوید

نیستی ............... ہستی کا پیش خیمہ

نیستی نہیں ........... ہستی بھی نہیں

☆☆☆

نیستی: غبار ........... ہستی: گلزار

نیستی: ابتدا ........... ہستی: انتہا

نیستی: فنا ........... ہستی: بقا

نیستی: عدم ........... ہستی: وجود

نیستی: نفی ........... ہستی: اثبات

نیستی: ممات ........... ہستی: حیات

☆☆☆

**نیستی:**

مٹی

خاک

راکھ

غبار

کوڑا

روڑی میں پھینک دیا۔

ہستی:

اس سے

پودا

کونپل

شگوفہ

غنچہ

پھول

پھل

گویا ہستی کی بستی بسی

نیستی ہی سے ہستی کا وجود زندہ اسی سے قائم یہی مُوْتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوا بندے

کی اصل بندگی۔

من نگری میں اللہ کا راج اور تن من کے تابع۔

(مقالات حکمت، شمار ۹۴۰۷)

''جملہ خواہشات کو ایک ایک کر کے،

کھرل میں پیس کر، کپڑ چھان کر کے،

دریا میں بہا دینا، نشان تک باقی نہ رہنے دینا،

اصطلاح میں اسے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کہتے ہیں۔

''مرنے سے پہلے مرنا'' اور کسے کہتے ہیں!!''

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مقام پر پہنچ کر کسی قسم کی تقریبات کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ہی کی دھن میں محو ہوکر مدغم ہوجاتی ہیں۔ نہ تفسیرات کی حاجت رہتی ہے نہ تشریحات کی۔

ہر عالم میں ھُوْ کا عالم جاری رہتا ہے۔

اور...... یہ تقریب ہر تقریب سے...... مستغنی عن التقریب''

ماشاء اللہ

(مقالات حکمت، شمار ۵۱۴۷)

''مرنے سے پہلے مرنے کا حساب کتاب منکر ونکیر لیتے ہیں جو شدید تر ہوتا ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ کی رحمت کی آغوش میں ہوتا ہے۔ ہڈی پسلی کو توڑ مروڑ کر چکنا چور کردیتا ہے۔

مردے کا حساب کتاب قبر میں ہوتا ہے۔ (جبکہ)

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (کے حامل کا) کا حساب کتاب......

کسی خاموش مقام پہ

# حظیرۃ القدس

میں، ارم کی وادی میں ہوتا ہے۔ اور

حضور اقدس ﷺ کی کمال رحمت میں ہوتا ہے۔

مان توڑ دیتا ہے۔ مٹی میں مٹی کر دیتا ہے۔

پھر جی کر جینے کی اُمیدیں توڑ دیتا ہے۔

ہستی کو نابود کر کے مردہ مردوں کی صفوں میں شمار ہو کر

اپنے اپنے حال میں مصروف ہو جاتا ہے۔"

(مقالاتِ حکمت، شمار ۴۵۲۵)

"طریقت الاسلام کی تمام منازل کا نچوڑ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا اور اس مقام پہ

کھڑا ہونا اور ثابت قدم رہنا......

ہر مشکل سے مشکل منزل اور

ہر افضل سے افضل کام ہے۔"

(مقالاتِ حکمت، شمار ۴۹۳۰)

(رب کا روپ۔ حصہ دوم، صفحہ ۲۴۴ تا ۲۶۴)

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

فنا کی گٹھلی میں بقا کا پودا اگتا اور پروان چڑھتا ہے۔

(مقالاتِ حکمت شمار ۱۱۰۲۹)

''فنا ہو کر ہی بقا حاصل ہوتی ہے۔ جسے بقا حاصل ہو جاتی ہے، قیامت تک زندہ اور باقی رہتا ہے۔''

(مقالات حکمت شمار ۳۸۴)

''مر کر جینے والا، کبھی نہیں مرا کرتا، کسی نہ کسی روپ میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے اور (اس کی) یہ زندگی ابدی ہوتی ہے اور ......آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ۔'' (مقالات حکمت شمار ۱۷۴۳)

یہاں مرنا نہیں، مٹنا ہے
اور مٹنا بقا کے اسرار

(مقالاتِ حکمت شمار ۱۲۱۶۲)

## بادشاہو! من بھی کبھی مرے؟

موت جسم کی فنا ہے، روح کی نہیں۔
موت تن کی ہے، من کی نہیں۔
جو من اللہ کی یاد سے زندہ ہو جاتا ہے، پھر کبھی نہیں مرتا۔ تن کے مرنے بعد اُسی آب و تاب سے زندہ رہتا ہے۔
بادشاہو! من بھی کبھی مرے؟
من کبھی نہیں مرا کرتے۔ پھر وہ من جس میں ہو ہی اللہ کبھی نہیں مرتا۔
اللہ اسے نگار خانہ دہر میں خلق کی زبان پر زندہ رکھتے ہیں اور ہمیشہ رکھتے ہیں۔
اللہ کے بندے اللہ کے ملک میں باقی رہتے ہیں۔

ہے نا میرے
بغداد والے باقی، اجمیر والے باقی
لاہور والے باقی، دلی والے باقی
اتے کلیر والے باقی
(اور میرے کیمپ دار الاحسان[1] والے باقی)
خاک میں جب نور جلوہ نما ہو گیا
ایک دلی میں جا کر نظامی بنا
ایک کلیر میں حق پہ فدا ہو گیا۔........... یا حی یا قیوم

(مکشوفات منازل احسان جلد سوم ص ۱۳۶۹ تا ۱۳۷۰)

---

[1] اضافہ مؤلف کتاب ہذا

# فلسفہ حیات ووفات

قطب ربانی محبوب سبحانی بحر السرّ والبرھان ابومحمد محی الدین سیدی عبد القادر جیلانی قدس سرہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تو مخلوق سے مرجائے گا(۱) تو تجھے کہا جائے گا(۲) کہ اللہ تجھ پر رحم کرے اور تجھے تیری خواہش(۳) سے مارے اور جب تو خواہش نفسانی سے مرجائے گا تو تیرے لیے کہا جائے گا اللہ تجھ پر رحم کرے اور تجھے تیرے ارادے اور آرزو سے مار دے(۴) تو جب تو ارادہ اور آرزو سے مرجائے گا تو تجھے کہا جائے گا اللہ تجھ پر رحم کرے اور تجھے اللہ تعالیٰ زندہ کرے(۵) تو اس وقت(۶) تجھے ایسی زندگی دی جائے گی جس کے بعد موت نہیں...... اور ایسی غنا سے تجھے غنی کر دیا جائے جس کے بعد فقر و احتیاج نہ ہوگی ...... اور تجھ پر ایسی عطائیں کی جائیں گے کہ جن کے بعد کوئی رکاوٹ نہ ہوگی ...... اور ایسی راحت سے تجھے خوش کیا جائے گا جس کے بعد شقاوتِ غم نہیں ...... اور

ایسی نعمت تجھے نصیب ہوگی جس کے بعد سختی نہیں............

ایسا علم دیا جائے گا جس کے بعد جہالت نہیں ............

ایسا امن دیا جائے گا جس کے بعد خوف نہیں............

ایسی سعادت عطا کردی جائے گی کہ پھر بدبخت نہ ہوگا......

ایسی عزت دی جائے گی کہ پھر ذلیل نہ ہوگا............

اور تجھے ایسا بلند مرتبہ دیا جائے گا کہ پھر گرایا نہ جائے گا......

اور ایسی عظمت دی جائے گی کہ پھر حقیر نہ کیا جائے گا......

ایسا پاک کیا جائے گا کہ پھر ناپاک نہ کیا جائے گا......(۷)

تجھ میں آرزوئیں محقق ہوں گی (۸) اور تیرے بارے مخلوق کی باتیں درست ہوں گی۔ (۹)

پھر تو کبریت احمر الاکسیر (۱۰) ہوگا۔ پھر قریب نہ ہوگا کہ تجھے دیکھا جائے (۱۱) (یعنی مخلوق پہچانے )اور ایسا بزرگ کہ تیری مثل نہ ہو۔ ایسا یکتا کہ تیرا مشارک نہ ہو (۱۲)،ایسا یکتا وتنہا کہ تیرا ہم جنس نہ ہو (۱۳)، یکتا طاق غیب کا غیب ،بھید کا بھید ہوگا (۱۴) پھر اس وقت ہر رسول ، نبی اور صدیق کا وارث ہوگا (۱۵) تجھ پر ولایت ختم ہوگی۔ (۱۶) تیری طرف ابدال ظہور فرمائیں (۱۷) اور تجھ سے تکلیفیں دور ہوں، (۱۸) بارش برسے، (۱۹) کھیت اگیں اور تیری وجہ سے ہر خاص وعام ،سرحد والے، (۲۰) چرواہے، (۲۱) رعایا، (۲۲) قوم کے امام ، امت (۲۳) اور باقی مخلوق سے بلائیں ،مصیبتیں دور کی جائیں گی۔

پھر تو شہروں اور لوگوں پر سپاہی (۲۴) ہوگا۔ پھر لوگ تیری طرف مراحل طے کرتے ہوئے رواں دواں آئیں گے (۲۵) اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے عطا و خدمت برائے صرف تمام حالات میں پیش کریں گے۔ (۲۶) اور زبانیں ذکرِ طیب ،حمد وثنا میں ہوں گی۔ تمام مقامات میں اور تیرے بارے ایمان والوں میں سے دو اختلافِ رائے نہ رکھیں گے۔ (۲۷) اے آبادیوں کے مکینوں اور جانگلیوں (۲۸) سے بہترین شخصیت یہ خدا کا فضل ہے (۲۹) اور اللہ فضل عظیم والا ہے (۳۰)

**(مظہرلاریب ترجمہ شرح فتوح الغیب:ص،۶۹ تا ۷۵)**

## شرح:

۱۔ اور فانی ہوجائے گا تو منع ، عطا، مدح ،نیک ،بد، اور دنیاداروں کے باقی احوال سے۔

۲۔ اللہ جل وعلیٰ کی بارگاہ سے تجھے کہا جائے گا ،یا تیرے لئے دعا کی جائے گی

ملکوتِ اعلیٰ میں یا اعلان کردیا جائے گا تجھے واقع، معاملہ، الہام، اشارہ، بشارت عطا کردی جائے گی نیز فضل، رحمت اور مقام بالا کی ترقی عطا کرکے تجھے کہا جائے گا اللہ تجھ پر رحم کرے۔

۳۔ اور اس کے میلان کرنے سے شہوت ولذت کے ساتھ تاکہ تمام خواہشات اللہ تعالیٰ کے تابع ہو جائیں اور اس کی مخالف راہ پر بالکل نہ چلے۔

۴۔ تاکہ کوئی چاہت وآرزو تیرے دل میں نہ رہے یعنی وہ خواہش وارادت جو اپنی تدبیر کے ساتھ ہو اور فکر وعقل محال سوچنے والی اپنے لئے اختیار کرے اور اگر نہیں تو بدتدبیریں، اختیارات وظائف، عبادت اور طاعات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بنائیں اور بیان کیں ان کے برعکس ارادہ کرنا طریقہ بندگی نہیں ہے، بندے کی چاہت ہونی چاہئے کہ ضرب المثل اسی معنی میں ہے۔

خواستی کہ موافق خواستِ حق است — آن نہ خواست بندہ است

جو چاہت اللہ کی چاہت کے موافق ہو وہ بندے کی چاہت نہیں ہے۔

وہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کی خواہش کے تابع ہو اور اس نے اپنی چاہت کی اتباع کا حکم دیا۔ البتہ بندہ کو چاہئے کہ وہ چاہے جو اللہ تعالیٰ چاہے اس نے حکم دیا کہ اگر اس کی چاہت نہ کرے تو بندہ نہ ہوگا اور مامور ومحکوم نہ ہوگا۔

شیخ کبیر ابوالحسن شاذلی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ تمام شرع کے مختارات اور ترتیبات سے تیرے لئے کچھ اختیار نہیں بیشک تمام اللہ کی تدبیر تیرے لئے ہے پس تو سن اور فرمانبرداری کر۔

یعنی وہ ترتیبیں کہ شارع نے وضع کردیں اور وہ اختیارات جو اللہ تعالیٰ نے کرلئے تیرے لئے ان میں دخل نہیں ہے کیونکہ وہ تدبیر جسے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کیا اس کو

سن اور اطاعت کر اور فرمانبردار ہو:

آنچه نماید که بکن آں بکن　　آنچه بگوید که مگو آن مگو

باسخنے و ہمه تن گوش باش　　وسو سه بگزار پریشان مگو

وہ جو راہنمائی کرے کہ کر وہ ہی کر وہ جو کہے کہ نہ کہہ وہ نہ کہہ اس کی بات پر ہمہ تن گوش ہو جاؤ وسوسہ چھوڑ پریشان (بات) نہ کہو۔اور سلطان بایزید بسطامی کا قول:

"ارید ان لا ارید"

(میں چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں)

اسی معنی پر مبنی ہے اور وہ جو اعتراض کیا گیا کہ خواست ناخواست (اس نے چاہا کہ نہ چاہا) بھی تو چاہنا ہے یہ معترض نے بن سمجھے اعتراض کر دیا ہے اور سلطان العارفین کے قول کا راز نہ جانتے ہوئے اس نے بات کر دی ہے لہٰذا تو سمجھنے کی کوشش کر۔

۵۔　　یعنی خود یا اپنا ارادہ کیا فنا کو بقا لازم ہے۔اور جب بندہ اپنے آپ سے فانی ہو جائے حق کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے اور جب اندھیرا چلا جائے تو روشنی آ جاتی ہے۔

جاء الحق وزهق الباطل (۱۷:۸۱)

"حق آیا اور باطل مٹ گیا۔"(اندھیرا اور نور سے مراد باطل وحق ہے):

ذهب الزور ما من باشد　　دخل النور ذوالمنان باشد

جھوٹ چلا گیا اور ہم رہ گئے ۔جب نور ملا تو اللہ والا ہو گیا ،آپؒ کے قولِ قدیمہ میں سے ہے کہ میری نفیس تر خواہش اس کے بعد کہ میں نے عقل وسمجھ پائی اور حقیقتِ کار سے آگاہ ہوا یہ ہے کہ ایسی موت چاہتا ہوں کہ اس میں حیات نہ ہو اور ایسی حیات چاہتا ہوں کہ اس میں موت نہ ہو۔

یعنی موت اپنے سے کلیۃ کہ کوئی خواہش ، ارادہ اس میں نہ ہو اور حیات بحق کہ اس سے رجوع نفس کے ساتھ نہ ہو۔

یہ گفتگو آپ کے قول میں مذکور ہوئی ہے اس کی باقی شرح اور بیان وہاں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

۶۔ یعنی جب تو اپنی ارادت سے مرجائے۔

۷۔ یعنی تمام بشری آلودگیوں ، عیب اور نقصان سے تجھے پاک کردیا جائے گا۔ اس کے بعد ان سے تو آلودہ نہ ہوگا حاصل یہ ہے کہ جب بشری ظلمتیں دور ہوں تو صفاتِ ربوبیت کے انوار نصیب ہوتے ہیں اور صفاتِ ربوبیت ابدی ، باقی اور پائیدار ہوتی ہیں زوال کے لائق نہیں اس سے معلوم ہوا کہ

**الفانی لا یرید الی اوصافہ**

''کہ فنا ہونے والے کو اسی کی صفات کی طرف لوٹایا نہیں جاتا۔''

مست جام عشق گشتم پارسائی چوں کنم
خدمت شاہی بپوشیدم گدائی چوں کنم

ہوں مست جامِ عشق سے ، میں پارسی کیوں کروں ، شاہ خادم ہوں میں در در گدائی کیوں کروں۔

اگر سالکے محرمِ راز گشت ، بہ بند ند بروی درباز گشت
کسے رہ سوئے گنج قاروں نبرد ، وگر برد درباز بیروں نبرد!

اگر راہِ سلوک پر چلنے والا محرمِ راز ہوجائے تو اس پر واپسی کا دروازہ بند کردیتے ہیں۔ کسی نے قارون کے خزانے کا راستہ نہیں پایا اور اگر کوئی وہاں پہنچا تو اس نے واپس نکلنے کا راہ نہ پایا۔

مشائخ ارشاد فرماتے ہیں:

**مارجع من رجع الا عن الطريق**

یعنی جو پلٹ آیا وہ راستے سے ہی پلٹ آیا (منزل پر پہنچا ہی نہیں کہ پہنچتا تو نہ پلٹتا)

۸۔ یعنی جو کوئی جو کچھ آرزو کرے جو مدعا مراد چاہے تجھ سے پالے گا۔

۹۔ تیرے حق میں لوگوں کی باتیں تیری مدح وثنا میں کہیں گے درست ہوں گی۔

۱۰۔ تو مثل گوگرد سرخ جس کے ساتھ تانبہ سونا ہوجائے گا۔ یعنی کمال سے تکمیل کے مرتبہ کو پہنچے گا دور والوں کو نزدیک، ہجر وفراق والوں کو واصل اور نادانوں کو دانا، اندھوں کو بینا، بے گانوں کو آشنا اور بدبختوں کو نیک بخت کردے گا۔ آپؓ کے پاکیزہ اقوال میں سے ہے کہ:

**الشيخ من يسعد الشقی**

شیخ کامل وہ ہے جو بد بخت کو نیک بخت کردے۔

آنہا کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشئہ چشم بما کنند

وہ ہستیاں جو خاک کو نظر سے خالص سونا کردیتی ہیں کاش ایسا ہو کہ ادنیٰ سی توجہ ہماری طرف بھی کریں۔

۱۱۔ کہ تجھے پایا جاسکے اور پہچانا جاسکے۔ بوجہ کافی مقامِ عزت، شان کی بلندی اور تیرے حال کی غربت کے درحقیقت وہ راز کو اولیاء اللہ کے لئے حق جل مجدہ سے ہے کسی شخص کو اس کی طرف راہ نہیں، کسی کو اس پر اطلاع نہیں، نہ ہی مخلوق کے نصیب میں کہ سوائے بعض صفات ظاہرہ کے مشاہدہ جیسے استقامت کا نور، کرامت کے آثار کے کچھ اس

سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ بات کلمہ عموم ہے۔

**اولیائی تحت قبائی لا یعرفهم غیری**

"میرے اولیاء میری قباء کے نیچے ہیں میرے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔"

سوائے اس کے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اس پر مطلع فرمائے اور آگاہ کردے۔

حقیقت میں اولیاء کی معرفت اللہ سبحانہ کی معرفت کے اندازہ پر ہے اور حکم عطائیہ میں مذکور ہے۔

**سبحان من لم یجعل الدلیل علی اولیائه الا من حیث الدلیل علیه ولم یوصل الیهم الا من اراد ان یوصل الیه.**

"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے اولیاء پر کوئی دلیل نہیں بنائی سوائے اس دلیل کے جو ذاتِ الٰہی پر ہے اور کسی کو ان تک وصال حاصل نہ ہو مگر اس کو جس نے اللہ تک وصال کا ارادہ کیا۔"

۱۲۔ یعنی نہ تیرا کوئی شریک ومثل بنایا جائے گا اور نہ تجھے کسی کا۔

۱۳۔ چنانچہ منقول ہے کہ آپؓ نے اپنی مرضِ وصال میں فرمایا:

**انا من وراء عقولکم فلا تقیسو نی علی احد ولا تقیسوا احد علیّ**

"میں تمہاری عقلوں سے ماوراء ہوں لہٰذا مجھے تم کسی ایک پر قیاس نہ کرو اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرو۔"

حقیقت میں جو کچھ مقالات میں مذکور ہے اپنی طریقت وسلوک کے حال کو بیان فرمایا ہے اور اپنے مرتبہ ومقام کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خوش تر آں باشد کہ سرّ دلبراں
گفتہ آید در لباس دیگراں

نہایت عمدہ بات تو یہ ہے کہ محبوبوں کے راز کسی دوسرے ہی رنگ میں بیان کئے جاتے ہیں ۔اور آپؒ نے اپنے حال ومقام کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

وهب لی الایام برونق صفوها

فحلا مناهلها وطاب المشرب

وغدرت مخطوبا، بکل کریمة

لا یهتدی فیها اللبیب ویخطب

مجھے دنوں کی صفائی مع ان کی رونق کے عطا ہوئی تو چشمے میٹھے ہوگئے مشروب اچھے اور طیب ہوئے اور مجھے صبح کے وقت خطاب ہر کریم و شریف لفظ سے کیا گیا ان دنوں میں عقل مندراہ نہیں پاتا اور نہ مخاطب کیا جاتا ہے۔شاہ صاحبؒ کا ترجمہ اشعار غزل میں یہ ہے:

صد شکر که ایام بکام است مرا

دلبر ببرد باده بجام است مرا

بادهء همگی صاف وحریفان هم صاف

بااهل صفا عیش مدام است مرا

از لطف وکرم باده بجا کردند

درجام چه باشد که بکام کردند

در ملک حقیقت بعروسانِ قدم

هم خطبه وهم خطبه بنا مم کردند

صد شکر ہے کہ زمانہ میرے کام و مقصد سے موافق ہے۔دلبر میرا مشروب مع جام لے گیا ہے۔ہم مرتبہ و حریفوں کی شراب صاف ہے اہل صفا کے ساتھ میرا ہمیشہ عیش

ہے مہربانی و کرم سے شراب انہوں نے میرے جام میں ڈالی، جام میں کیا ہے جو میرے کام و مقصد میں انہوں نے کر دیا۔ ملک حقیقت میں قدیم دلہنوں میں جسے ان کے خطبہ اور خطبہ والیوں کو میرے نام کر دیا۔

۱۴۔ یعنی یکائی اور تنہائی پوشیدگی اور نہاں کی انتہائی حالت میں کہ اولیاء وقت میں سے کوئی بھی تیرا مثل و شریک نہیں ہوسکا اور تیرا قدم سب سے آگے، تیرے حال کی حقیقت اور اس راز (جو اللہ کے ساتھ تیرا ہے) سے کوئی آگاہ نہ ہوا تیرا مقام سب سے بلند و بالا ہے۔ یہ قطب الاقطاب کے مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

اور آپؓ وارضاہ کے کلام سے ہے:

مافي الصبابة منهل مستعذب
الاولي فيه الالذالا طيب
مافي الوصال مكانه مخصوصة
الا ومنزلتي اعز و اقرب

عشق کوئی چشمہ جاری لذیذ نہیں ہے مگر میرے لئے اس میں لذیذ تر اور پاک تر ہے۔ وصال میں کوئی مکان و مرتبہ مخصوص نہیں مگر مرتبہ و مقام عزیز تر اور نزدیک تر ہے۔

هرجا که بعشق مشرب شیریں است
در حضرتِ وصل رتبهء تمکین است
شیریں تر د والا تر ازاں بهر من است
قطبهم من وقطب را مراتب این است

جہاں بھی ہو عشق مشروب شیریں ہے مقامِ وصل میں قادر بنا دینے والا رتبہ ہے مگر میرے لئے اس سے زیادہ شیریں اور اس سے زیادہ بلند مقام ہے میں قطب ہوں اور قطب کے لئے یہ ہی مراتب ہوتے ہیں۔

غیب الغیب کا مرتبہ ذات کے وصول پر حمل ہے اور زیادہ مخفی ہے، یا فنا کی فنا کے مقام کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ بعض محشی حضرات نے لکھا ہے۔ وہ بھی صحیح ہے مگر کلام کے سیاق کے موافق نہیں واللہ اعلم۔

۱۵۔ کیونکہ ان کا ترکہ علم، دین، منصب ارشاد اور ہدایت کا مرتبہ ہے جو تجھ تک پہنچ چکا کیونکہ ولایت نبوت کا ظل ہے اور اس مرتبہ کے پیچھے آنے والا ہے، صدیقیت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ کے ساتھ ہی متصل ہے کہ ان دو مقاموں کے درمیان کوئی دوسرا مقام فاصل نہیں ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے اور جو ولایت کے اعلیٰ مراتب ہیں ان کو نبوت کے ساتھ الگ ذکر کرتے ہیں۔

۱۶۔ یعنی تجھے ولایت کے آخری مقام تک لے جایا جائے گا یا تجھ پر ولایت کو تمام و کمال کردیا جائے گا۔ یا تیرے زمانہ میں اس بات پر مہر کردی جائے گی کہ مرتبہ ولایت اور تیرا کمال کمالاتِ ہمہ سے فوق ہوگا اور تیرا قدم سب کی گردن پر ہوگا۔

۱۷۔ یعنی تیری طرف پلٹ کر آئیں گے اپنے مقام پر ورود کے بعد۔ ابدال اولیاء اللہ کے ایک گروہ کا نام ہے۔ آپ سرکار غوث اعظمؓ کے کلام سے جو آئندہ مقامات میں آئے گا معلوم ہوتو ہے کہ بدل کا مرتبہ ولی کے مرتبہ سے فوقیت رکھتا ہے (ابدال بدل کی جمع ہے) اور ابدال کے لئے واجب ہے کہ قطب کے پاس آئیں اس کی ملازمت میں رہیں اس کے حکم پر چلیں، اس کے اوامر و احکام کو مخلوق میں جاری کردیں۔ اسی وجہ سے اسے قطب الابدال کہتے ہیں اور قطب ارشاد، دوسرا ہے جو علم الٰہی کی تعلیم اور اس کی طرف راہنمائی اس کا کام ہے۔ کبھی قطب ابدال اور قطب ارشاد ایک ہی ذات ہوئی ہے (یعنی ایک شخصیت کو دونوں مرتبے عطا

ہو جاتے ہیں۔)

۱۸۔ وہ اندوہائے سخت جو سانس کھینچ لیتے ہیں۔یا روک دیتے ہیں۔

۱۹۔ تیری برکت و دعا سے مخلوق کو پانی عطا کیا جاتا ہے۔اور بارش بھی۔

۲۰۔ وہ لوگ جو اہل اسلام اور دارالحرب کے درمیان واقع ہیں اور مسلمان وہاں کافروں کے ساتھ جنگ آزما ہوتے ہیں۔ اور کافروں کو دار الاسلام میں آنے سے روکتے ہیں۔

۲۱۔ یا والیانِ قوم۔

۲۲۔ رعیتَ اصل میں ماشیہ کے معنی میں ہے جسے چراتے ہیں عرفِ عام میں عام مردوں کے معنی میں ہے یہاں دو معنی مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ راعی سے اگر چرواہا مراد لیں تو رعایا سے مواشی کا ارادہ مناسب ہے۔ اور اگر راعی سے والیان سلطنت، مراد لیں تو رعایا سے عام لوگ مراد لینا مناسب ہے۔

۲۳۔ امت لغت میں جانوروں کی ہر جنس سے گروہ اور قوم کے معنی میں ہے۔شریعت میں وہ جماعت مراد ہے جن کی طرف رسول بھیجا گیا ہو۔

۲۴۔ شحنہ شین کے کسرہ کے ساتھ = سلطان کا مقرر کردہ کسی شہر پر، جس کے ذمہ شہر کے معالات کو نبھانے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

۲۵۔ آپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے اور اپنے مقصود کو حاصل کرنے کے لئے۔

۲۶۔ ہاتھ تیری طرف لمبے ہوں گے مال حاصل کرنے اور دینے کے لئے اور خدمت کرنے کے لئے۔

۲۷۔ یعنی تمام تیرے کمال پر متفق ہونگے تجھ سے فریاد کرنے اور مدد چاہتے وقت لوگ تیری تعریف کریں گے۔

۲۸۔ منقول ہے آپؓ ابتدائی حال میں پچیس سال کی عمر بغداد کے صحرا و بیابان میں گشت و سیاحت کرتے کہ نہ معین جگہ رکھتے نہ کھانا نہ نیند ہوتی اسی طرح ہی عبادت کرتے سیاحت فرماتے تھے۔

۲۹۔ یہ تمام نعمتیں، کرامتیں، بخششیں اور عمارتیں اللہ کی طرف سے کرم زیادتی، اور نیکی واحسان ہے ایسے بندے کے بارے میں۔

۳۰۔ حقیقت میں تمام احوال و مقامات، ابتدایات ونہایات اپنی ہی سرگذشت فرماتے ہیں۔ امت کے اولیاء وا قطاب کے لئے ہر وقت ہر زمانہ میں یہ کلمات کہنے والے ہوتے ہیں کیونکہ آپ کی ولایت متوجہ ہوتی ہے۔ یہاں ذوق ہی اور ہوتا ہے کیونکہ تمام خطابات کے لئے سب آپ کی بارگاہ کی طرف رجوع رکھتے ہیں، آپ کی ذات شریفہ و صفات حمیدہ کی مدح و ثنا کرتے ہیں اور عشق و محبت استمداد واستعانت کی داد دیتے ہیں۔

ہر خامہ کہ بر صفحۂ ہستی راند! عاشق ہمہ زاں صفات جاناں خواند

ہو جا کہ سخن ز حسن و خوبی گزرد مجنوں ہمہ را صفات لیلیٰ داند

صفحۂ ہستی پر جو کوئی قلم چلتی ہے عاشق اس تمام سے محبوب کی صفتیں پڑھتا ہے۔
جہاں کہیں حسن وخوبی کی بات ہوتی ہے۔ مجنوں ان سب کو لیلیٰ کی صفتیں سمجھتا ہے۔

(شرح فتوح الغیب، ص: ۶۹ تا ۷۵)
شارح امام المحققین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ مترجمین: ۱۔ علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ، ۲۔ علامہ محمد یٰسین قادری شطاری مدظلہ۔

## قطبِ عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ نے

"موتوا قبل ان تموتوا" کے بارے میں ایک خط کے جواب میں لکھا:

دنیا مردانِ حق اور دوستانِ بارگاہِ قدس سے خالی نہیں ۔ اگرچہ بساطِ نبوت (نبوت کا دسترخوان) تہ کیا جاچکا ہے لیکن چترِ ولایت مردان حق پر قائم کیا جاتا ہے اور قائم ہوتا رہے گا۔ بقائے عالم ان کے وجود سے قائم ہے ۔ طالبانِ حق شیر ولایت (ولایت کا دودھ) اور علم درائت (عقل ودانش ) سرچشمہ نبوت سے حاصل کرتے رہیں گے اور حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتے رہیں گے۔ اب نورِ ولایت سے پرورش حاصل کرنی چاہئے تاکہ عالمِ سفلی سے گزرکر عالم علوی پر پہنچ جائے اور افلاک سے بھی گزر کر اللہ تعالیٰ کے نور کے ساتھ واصل ہوجائے۔

زہے نصیب جس سعید کو یہ دولت میسر آئے کہ رحم مادر سے پیدا ہوکر عالم ناسوت میں آئے اور پھر رحمِ ولایت سے پرورش پاکر عالم غیب میں پہنچ جائے اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ:

لن یلج ملکوت السمٰوات والارض من لم یولد مرتین

(جو شخص دوبارہ پیدا نہیں ہوتا ، ملکوت السموات والارض میں داخل نہیں ہوسکتا)

یعنی موتوا قبل ان تموتوا کے مصداق فنائے نفس حاصل کرکے مقام بقا باللہ پر پہنچ جائے............لہٰذا محب اور محبوب کے درمیان کوئی پردہ نہیں بلکہ ہر وقت فتح باب ہے (دروازہ کھلا ہے)اور ہر وقت محبوب کے دامن میں ہاتھ ڈالے رکھو۔ جان پر کھیل جاؤ۔ ہر دم ، ہر لحظہ اس کی طلب میں رہو۔ خون دل پیو اور لختِ جگر کھاؤ ۔ دیگ کی طرح جوش وخروش کرو۔ دامن کو کون ومکان سے پاک رکھو ۔ خلقِ خدا سے کنارہ کش رہ کر عمل پیہم میں مصروف رہو۔ وھو معکم اینما کنتم (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو)اس سے تم ایسے مقام پر پہنچ جاؤ گے کہ درمیان میں کوئی پردہ حائل نہ ہوگا۔

(مکتوبات قدوسیہ، ص:۲۲۴ تا ۲۲۷۔تلخیص)

## جس کو آج باطنی مشاہدہ حاصل نہ ہو گا ،اس کو جسمانی آنکھ سے روز محشر مشاہدہ نہ ہوگا

قطبِ عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ ایک مکتوب میں ایمان افروز اور روح پرور جواب تحریر فرمایا:

مردِ حق کا کمال یہ ہے کہ جس چیز میں نظر کرے خدا کو دیکھتا ہے ۔ اور جب اسے یہ دید حاصل نہیں تو کیا دید ہے کچھ بھی نہیں :

**محجوب را ز ہیچ چراغے نصیب نیست**

(جس کی آنکھوں کے سامنے پردہ ہے اسے کسی چراغ سے روشنی نصیب نہیں ہوتی)

جو شخص کہ یقین کی آنکھ سے محروم ہے اگر چہ آنکھیں رکھتا ہے اسے کچھ نظر نہیں آتا۔خواہ اس کی آنکھ میں نور ہو لیکن اسے نظر کچھ نہیں آتا:

**فانها لا تعمی الابصار ولكن تعمی القلوب الّتی فی الصدور**

(کیونکہ دیکھنے والی چیز جسمانی آنکھیں نہیں بلکہ وہ آنکھیں ہیں جو دل میں ہیں)

پس جو شخص دیدہء حق بین سے محروم ہے حق کے ساتھ مشغول نہیں ہوسکتا اور شغلِ دنیا اسے شغلِ حق سے باز رکھتا ہے۔

**فان له ضنكاً.**

(اور یہی دل کی تنگی ہے)

یعنی وہ ہرگز خوش دل نہیں رہتا اور ہمیشہ دنیا کے شکوک اور غموں کی سختی جھیلتا رہتا ہے۔اگر چہ وہ مال و دولت رکھتا ہے دل کی تنگی ، حیرانی اور سرگردانی میں مبتلا رہتا ہے

اوراس کا دل ہرگز حق تعالیٰ کے ساتھ قرار نہیں پکڑتا۔

**کلما ارادوا ان یخرجوا منھا من غم اعیدو فیھا**

(جس قدر اس غم (دنیا) سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے لوٹ کر اسی میں پھنس جاتا ہے)

یہ ہے اس کی حالت والعیاذ باللہ منھا (خدا اس سے پناہ دے) کل قیامت کے دن جب بیدار ہوگا تو اپنے آپ کو اندھا پائے گا۔

**ونحشرھم یوم القیامۃ اعمی عن رویت الحق تعالیٰ**

(اور قیامت کے دن اسے حق تعالیٰ کے دیدار سے محروم اور اندھا اٹھایا جائے گا)

اگر دنیا میں کوئی جسمانی آنکھ سے دیکھتا ہے تو اسے بینا کہتے ہیں لیکن قیامت کے دن اگر دنیا میں آنکھ ہے تو بینا ہوگا ورنہ نابینا۔کوردل نابینا کہلائے گا۔پس جو شخص اس دنیا میں جسمانی آنکھ رکھتا ہے لیکن خدا کو نہیں پہچانتا اور اس کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا اور دن رات دنیا کے کاموں اور تفکرات میں مشغول رہتا ہے قیامت کے روز نابینا اٹھے گا اور یقین ہوگا میں اندھا ہوں اور خدا تعالیٰ کے دیدار کے قابل نہیں ہوں۔

عزیز من! یقین جان اوراس ورق کے سوا دوسرا ورق نہ پڑھ۔جس شخص کو آج باطنی مشاہدہ حاصل نہ ہوگا اس کو جسمانی آنکھ سے کل مشاہدہ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ اس روز نورِ سر اور چشم باطن کا ظہور ہوگا اور ظاہر باطن پر حاوی ہوگا۔کیونکہ عالمِ بقا میں چشم سر(جسمانی آنکھ) اور چشم سِر (باطنی آنکھ)ایک ہے۔ اسے رویت کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔اسلئے آج بھی اسی چشم باطن کا اعتبار ہے کیونکہ چشمِ ظاہر عالم فانی کی چیز ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔عالمِ بقا کی جو چیز نظر آئے اسے (اس دنیا میں) رویت نہیں بلکہ یقین اور مشاہدہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور رویت کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔ (حضرت

سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ بھی کشف المحجوب میں یہی فرماتے ہیں )لہٰذا آج شغل حق (یعنی ذکر الٰہی )میں مشغول ہوجاؤاور حق کے سوا کسی اور چیز سے سروکار نہ رکھو۔صحنِ دل کو ماسوائے اللہ کی نفی کے جھاڑو سے صاف کرو تا کہ آج اور کل (اس دنیا میں اور آخرت میں ) دوست کے دیدار کے قابل ہوجاؤاور لطف اٹھاؤ اور محروم نہ رہو۔(تلخیص)

مکتوباتِ قدوسیہ: مکتوب نمبر:۱۱۴ (ص ۴۹۴ تا ۴۹۵)

# اقسام موت اور موت قبل از موت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جب سالک کی روح دوران سلوک عروجی منازل طے کرتی ہوئی عالم بالا تک رسائی حاصل کرلیتی ہےتو اسے فنا کا مقام حاصل ہوجاتا ہے ۔جسے موت قبل ازموت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

روح کے جسم سے نکلنے کے اعتبار سے موت کی دوقسمیں ہیں۔

۱۔صورتِ موت اور ۲۔حقیقتِ موت

## ۱۔صورت موت:

اس موت میں نفس غلبہ محبت کے ظہور اور صاعقۂ احدیت کے نزول کے باعث ماسوا کی دید و دانش سے آزاد ہوجاتا ہے اور انا نیت سے گزر جاتا ہے بلکہ اپنا کوئی نام و نشان بھی نہیں چھوڑتا اور غیب ہویت کی تیغ آرزو سے مقتول ہوجاتا ہے۔

اومن کان میتا فاحییناه. (الانعام :۱۲۳)

کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کردیا)

کی خوشخبری اور من قتلته فانا دیته (جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کی دیت میں خود ہوں) کی بشارت اس طرح کے مقتول و گم شدہ کو سربلند کردیتی ہے اور اس کے معاملے کو سب سے آگے کردیتی ہے۔اس موت میں گو روح عالم بالا تک پہنچ جاتی ہے مگر اس کا تعلق و نگرانی جسم کے ساتھ بدستور قائم رہتا ہے۔اس موت کو "موتوا قبل ان تموتوا" سے تعبیر کیا جاتا اور اس کو فنائے مطلق بھی کہتے ہیں۔

## ۲۔حقیقت موت:

وہ موت ہے جس میں انسان کی وفات ہوتی ہے اس کی تجہیز و تدفین کا اہتمام کیا جاتا ہے اسے طبعی موت بھی کہا جاتا ہے جس میں اولیائے کرام نقل مکانی کرتے ہیں جیسا کہ روایت میں ہے:

الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار.

(یعنی آگاہ رہو کہ یقیناً اولیاء اللہ مرتے نہیں ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں) بقول شاعر:

ہیں دونوں گھر انہی کے جس گھر میں جی چاہا جا بیٹھے
کبھی اس گھر میں آبیٹھے کبھی اُس گھر میں جابیٹھے

(سعادت العباد شرح مبدأ و معاد:ص،۳۳۳۔۳۳۴)

## جو مرنے سے پہلے مرا نہیں، دراصل وہ مصیبت میں گرفتار ہے:

حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوبات ربانی (مکتوب نمبر ۱۵۹ حصہ سوم دفتر اول) میں فرماتے ہیں:

اگرچہ آلام ومصائب بظاہر تلخ ہیں اور جسم کو تکلیف پہنچانے والے ہیں لیکن باطن میں شریں اور روح کو لذت عطا کرتے ہیں ۔کیونکہ جسم اور روح آپس میں گویا نقیض (الٹ) ہیں ۔ایک کا رنج دوسرے کے لئے باعث لذت ہے۔وہ پست فطرت جو ان دومتضاد چیزوں کے لوازمات میں تمیز نہیں کرسکتا، بحث سے فارغ ہے اور گفتگو کے قابل نہیں ۔

اولئک کالانعام بل ھم اضل.

(یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بدتر ہیں۔)

آگه از خویشتن چو نیست جنین
چه خبر دارد از چنان وچنین

(پیٹ میں موجود بچہ جب کہ اپنے آپ سے بھی آگاہ نہیں تو وہ ادھر اُدھر کی کیا خبر رکھے گا)

جس شخص کی روح تنزل کرکے مرتبہ جسم میں قرار پذیر ہوچکی ہے اور جس کا عالم امر عالم خلق کے تابع ہوچکا ہو وہ اس معما کا راز کیا پاسکتا ہے؟ جب تک روح اپنے مقام اصلی کی طرف واپس نہ لوٹے اور امر خلق سے جدا نہ ہو ،اس وقت تک معرفت کا جمال جلوہ گر نہیں ہوسکتا۔اس دولت کا حصول اس موت کے ساتھ وابستہ ہے جو موت حسی اور صوری سے پہلے حاصل ہوتی ہے۔اور مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے اس کو فنا سے تعبیر کیا ہے۔

خاك شو خاك تابردید گل
که بجز خاك نیست مظهر گل

(خاک بنو خاک تاکہ پھول اُگ سکیں کیونکہ خاک ہی پھولوں کی جائے ظہور

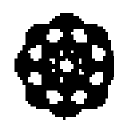
ہے) اور وہ شخص جو مر جانے سے پہلے مرا نہیں دراصل وہ مصیبت میں گرفتار ہے اور ماتم پرستی کے لائق ہے۔

(مکتوبات امام ربانی،ص:۶۲،حضور قلب:ص،۴۲)

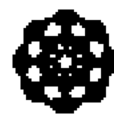
# موتوا قبل ان تموتوا

(واصف علی واصفؒ)

- ☆ یہ اصل معراج زندگی ہے۔
- ☆ یہ نیا شعور زندگی ہے۔
- ☆ یہ شعور عرفانِ نفس ہے۔
- ☆ یہ زندگی میں جنت پانے کا ذریعہ ہے۔
- ☆ یہ وجود انسانی کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔
- ☆ یہ فنا فی الذات سے بقا باللہ کا راستہ ہے۔
- ☆ یہ اپنی خواہش سے فنا کی منزل ہے۔
- ☆ یہ اپنی خواہشات اللہ کے حوالے کرنے کا راستہ اور
- ☆ مرنے سے پہلے مرنا ہی زندگی کا راز پانے کا ذریعہ ہے۔



اپنی منزل آپ جو طے کر گیا
وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا



ضرور ہے۔ یعنی یہ جو Unity ہے۔ یہ ٹوٹے گی ضرور۔ یہ عارضی ہے۔permanent ہے soul، مادہ کی حقیقت یہ ہے کہ جسم مٹی سے آیا ہے مٹی میں واپس جانا ہے اور روح ''لامکان'' کی مسافر ہے اسے لامکان میں واپس چلے جانا ہے۔

## نفس کی پہچان:

نفس کو پہچاننے کا طریقہ جو ہے اپنے آپ کو پہچانا، ذکر کے ذریعے پہچانا۔ حکم کی اطاعت کے ذریعے پہچانا، کسی اور کے کہنے پر پہچانا۔ اپنے علاوہ دنیا کا مشاہدہ کر کے پہچانا، پھر اپنا مشاہدہ کر کے پہچانا اور مر کے پہچانا، زندگی کے ذریعے پہچانا، تو جن انسانوں کو زندگی میں ہی موت سے آشنائی ہوگئی، ان کی پہچان ذرا جلدی ہوجاتی ہے، موت کے ساتھ کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ موجود ہے، سارے کا سارا سپرد کردیا جائے اللہ کے پاس سارا سامان۔ اب جب دوبارہ شعور ملے گا، تو یہ شعور کا زمانہ ہے۔ کیونکہ بچپن تو اپنے system کے لحاظ سے ترک ہوا۔ تم نے ترک نہیں کیا۔ Evolution (ارتقائے زمانہ) کے ساتھ ترک ہوا۔ جوانی اپنے ارتقاء کے لحاظ سے ترک ہوگئی پتہ تھا کہ نہیں؟ مطلب یہ کہ یہ درجات evolution کے ساتھ ختم ہوتے ہیں اور زندگی موت کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔

لیکن اب اس بات کو سمجھنا ہو تو بھرپور زندگی کے اندر سے ہٹ کر اسے پہچانو۔ ''اب بھرپور زندگی سے ہٹنا جو ہے یہ ہے اصل معراج'' اس سے کیسے ہٹا جائے اور پھر زندگی بھرپور ہو اور پہلے کہتے ہیں کہ دیکھو ایسے کام میں involve نہ ہونا حتیٰ کہ آگ میں involve ہونے سے ہاتھ جل جاتے ہیں اس سے پہلے کہ کوئی شاک لگے بجلی کا، آپ اس کو ہاتھ ہی نہ لگاؤ۔ تو بات یہ ہے کہ داناؤں کے ساتھ بات ہوتی ہے کہ ''وہ مرنے سے پہلے مرگئے''۔

جو مرنے سے پہلے مرگئے تو ایک اور شعور ان کو حاصل ہوگیا۔ وہ شعور عرفان نفس (اپنی ذات کی پہچان) کہلاتا ہے کہ مرنے سے پہلے مرگئے، یعنی اپنی کیفیات سے

علیحدہ ہوگئے اور اپنے آپ کو اس کے ماتحت کردیا اور جب ایک نیا شعور حاصل ہوا تو اسے آپ کہیں گے عرفان (یعنی اپنے نفس کی پہچان)

(گفتگو حصہ اول :ص، ۵۱ تا ۵۶ تلخیص)

# موت سے پہلے موت کیا ہوتی ہے؟

(واصف علی واصفؒ)

جب موت سے پہلے موت کا مقام سمجھ آجائے تو موت کے بعد ملنے والے انعامات موت سے پہلے ملنا شروع ہوجاتے ہیں ۔جب تک مرنے سے پہلے نہ مرو تو بعد کا مقام آپ کو پہلے کیسے حاصل ہو۔اس لئے جنت ملتی تو ہے مگر موت کے بعد ۔آپ اگر زندگی میں ہی موت کا مقام حاصل کرلیں تو جنت حاصل ہوجائے گی۔تو وقت سے پہلے وقت کو سمجھنے کے لئے وقت سے نکلنا پڑتا ہے۔ اتنی سی شرط ہے۔جو یہاں سے نکل گیا ،مقام پا گیا۔ دنیا میں رہ کر ، دنیا کی محبت سے اگر انسان آزاد ہوجائے تو دنیا کے بعد کا نقشہ پا گیا، پاسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے ،جنت میں جانے والوں کو جنت کی بشارت دنیا میں ہی مل سکتی ہے، یعنی جیسے عشرہ مبشرہ ۔جن کو جنت میں جانے کی بشارت مل جائے وہ یہیں سے جنت میں ہیں۔ویسے یہ اللہ کی مہربانی ہے، جس کو جنت میں لے جانا ہو اس کا سفر یہیں سے آسان ہوجاتا ہے، یہ نہیں کہ یہاں اس کو عذاب میں رکھا جائے اور آگے جا کر جنت میں بھیج دیا جائے۔ جو یہاں تسلیم کرگیا،وہ جنت کا حصہ دار ہوگیا۔پھر بزرگوں نے بہشتی دروازہ یہیں لگادیا، یعنی بابا صاحب نے ۔کسی کو خواب میں حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو اس دوازے سے گزرا وہ جنت میں جائے گا۔اعتراض کرنے والوں نے بابا صاحب سے پوچھا کہ جنت تو بعد کا مقام ہے ، یہاں کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ جس کو یہاں دروازہ نہیں ملا تو آگے کہاں سے ملنا ہے۔جنت کا دروازہ ہے ادھر ہی ۔ادھر نہ ملا تو آئندہ کہاں ملے گا، اچانک تھوڑی ہوجائے گا۔جنت کی تمنا ، جنت کا حصول ادھر ہی ہے ،

جو یہاں داخل ہو گیا وہی وہاں پہنچے گا۔

سوال: یہاں تھوڑی سی وضاحت کی ضرورت ہے۔ موت سے پہلے موت کیا ہوتی ہے؟

جواب: اتنا تو آپ نے سنا ہوا ہے۔ موت سے پہلے ایک مقام ہے موت کا ذائقہ۔ ہوتا کیا ہے۔ اگر آپ تفصیل بیان کریں زندگی کی کہ زندگی کیا ہوتی ہے تو پھر آپ کو موت سے پہلے موت کا ذائقہ سمجھ آ سکتا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آرزو سے نکل جانا، آرزو بھی فطری۔ یعنی خوشیاں حاصل کرنا، خوش نمائیاں حاصل کرنا، انعام حاصل کرنا، اگر اس تمنا سے انسان کسی طریقے سے نکل جائے تو کہتے ہیں کہ زندگی مرنے سے پہلے مرگئی۔ مقصد یہ ہے کہ اپنی آزادی کسی کی غلامی میں دے دی جائے تو وہ مرنے سے پہلے مرگیا۔ کچھ سبق آپ کو یہاں سمجھ آ سکتا ہے کہ رمضان شریف میں آپ کھانا پینا ترک کرتے ہو، زندگی موت میں چلی جاتی ہے۔ اسی طرح جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے وہ فطری موت مرنے سے پہلے اللہ کی راہ میں مرگئے۔ روحانی طور پر یہ ہے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کی رضا کی تحویل میں دے دینا۔ یہ ہے موت سے پہلے مرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک بزرگ تھے، ایک دریا کے کنارے۔ اس کو دوسرے درویش نے کھانا بھجوایا۔ کھانا کھایا، برتن واپس لوٹائے اور کہا اس کو جا کے میرا سلام کہنا اور اسے بتانا کہ وہ آدمی تجھے سلام بھیجتا ہے جس نے قسمیہ طور پر آج تک کھانا نہیں کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد یہ بات ہوئی، پیغام لے جانے والا اٹک گیا۔ کہنے لگا بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ نے میرے سامنے کھانا کھایا اور پیغام یہ بھیج رہے ہیں۔ اس نے جواب دیا میں نے آج تک سائل بن کر یا متمنی بن کر کھانا نہیں کھایا۔ نہ میں نے آج تک کما کے کھایا ہے، نہ منگوا کے کھایا ہے، اس نے کھلایا ہے تو میں نے کھایا ہے۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مرنے کا ایک منظر۔ یعنی اپنی ضرورت کو اس کی مرضی کے تابع کر دینا۔

اپنی منزل آپ جو طے کر گیا
وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا

یہ اپنے وجود کی منزل ہوتی ہے۔ہم سمجھتے ہیں کھانا طاقت کا ذریعہ ہے۔ ایک مقام پر یہ بھی دین کے خلاف ہے کہ کھانا طاقت کا ذریعہ نہیں۔ طاقت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے، چاہے تو کھانے کے ذریعے طاقت دے، چاہے تو کھانا کھانے کے بغیر طاقت دے۔ وہ کھلائے بغیر بھی طاقت دے سکتا ہے۔ ایسے ایسے واقعات آئے ہیں، لوگوں نے کئی کئی سال نہیں کھایا مگر طاقت موجود رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب آپ کو ایسی چیز عطا کرے کہ آپ کا وجود آپ کے قبضے میں ہو تو پھر نتیجہ وجوہات سے آزاد ہو جائے گا۔ جب نتیجہ وجوہات سے آزاد ہو جائے تو سمجھو انسان موت سے پہلے مر گیا۔ نتیجہ ملا ہے، وجہ کوئی نہیں تھی، مرنے سے پہلے مرنے کا مقام ہے۔ تو ایسے واقعات ہو سکتے ہیں کہ لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دیا، اپنی زندگی کو اس کے مانت کر دیا، اپنا زندہ رہنا، اس کے فضل پر چھوڑ دیا۔ ان کے لئے مرنا جینا برابر ہو گیا۔ یعنی روز مرتے ہیں روز جیتے ہیں، ایسا واقعہ ہو سکتا ہے۔ اس کے اور بھی پر اسرار راز ہیں کہ درحقیقت مر جانا ہے اور پھر وہ زندہ ہو جاتے ہیں۔ اب یہ حقیقی مر جانا اور زندہ ہو جانا ایک عمل بھی ہو سکتا ہے اور ایک ''علامت'' بھی ہو سکتی ہے۔ فی الحال علامتاً بات سمجھ لی جائے کہ اپنی مرضی سے زندہ نہیں رہتے۔ اور ایک درویش کی کہانی کہ ایک درویش فقیر بنا ہوا، سائل، کسی آدمی کے پاس گیا۔ دکان میں بیٹھا تھا وہ آدمی، دکان عطار کی تھی۔ صدا لگائی اللہ کے نام کی۔ عطار، جڑی بوٹیوں والے پنساری یا حکیم سمجھ لو، بہت مصروف، اس نے کہا مصروف ہوں، ٹھہر جا۔ تھوڑی دیر بعد پھر صدا لگائی، اس نے کہا ٹھہر جا۔ سائل کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا ''تو اتنا مصروف ہے تو تو مرے گا کیسے''۔ اس نے جواب دیا ''تو بتا تو کیسے مرے گا''۔ سائل نے کلمہ پڑھا، چادر بچھائی اور مر گیا۔ اتنی بات سے اس کے اندر انقلاب پیدا ہو گیا اور وہ آدمی فرید الدین عطارؒ بن گیا۔ اس نے سوچا کہ مرنا تو بہت آسان ہے، اور ہم مر مر کے مرتے ہیں اور جی جی کے مرتے ہیں۔ یہ راز اسے سمجھا گیا وہ سائل۔

ایک اور کہانی ہے موت سے پہلے مرنے کی۔ ایک آدمی نے طوطا رکھا ہوا تھا۔

طوطا باتیں کرتا تھا۔ اس آدمی نے کہا میں دور کے سفر پر چلا ہوں، وہاں سے کوئی چیز منگوانی ہو تو بتا۔ طوطا نے کہا وہاں تو طوطوں کا جنگل ہے، وہاں ہمارے گرو رہتے ہیں، ہمارے ساتھی رہتے ہیں۔ وہاں جانا اور گرو طوطے کو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا ایک غلام طوطا، پنجرے میں رہنے والا، غلامی میں پابند، پابند قفس آپ کے آزاد طوطوں کو سلام کرتا ہے، پرنام کرتا ہے۔ آپ کی آزادیوں کو سلام کہتا ہے۔ سوداگر وہاں پہنچا اور اس نے جا کر یہ پیغام دیا۔ اچانک جنگل میں پھڑ پھڑ کی آواز آئی، ایک طوطا گرا، دوسرا گرا اور پھر سارا جنگل ہی مر گیا۔ سوداگر بڑا حیران کہ یہ پیغام کیا تھا، قیامت ہی تھی۔ اداس ہو کے چلا آیا۔ واپسی پر طوطے نے پوچھا میرا سلام دیا تھا۔ اس نے کہا بڑی اداس بات ہے، سلام تو میں نے پہنچا دیا مگر تیرا گرو مر گیا اور سارے چیلے بھی مر گئے۔ اتنا سننا تھا کہ وہ طوطا بھی مر گیا۔ سوداگر کو بڑا افسوس ہوا۔ اس نے مردہ طوطے کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ طوطا فوراً اڑ گیا اور جا کر شاخ پر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا یہ کیا۔ طوطے نے کہا بات یہ ہے کہ میں نے اپنے گرو سے پوچھا تھا پنجرے سے بچنے کا طریقہ بتا۔ اس نے کہا کہ مرنے سے پہلے مر جا۔ اور جب میں مرنے سے پہلے مر گیا تو پنجرے سے بچ گیا۔ اس دنیا کے قفس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس دنیا سے مر جا۔ **فنا فی الذات** اور **بقا باللہ**۔ اپنے آپ سے فنا ہو جا اور اللہ کی راہ میں بقاء حاصل کر۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مرنے کا طریقہ۔ اپنے آپ سے فنا ہو جانا اور اللہ کی ذات میں باقی ہو جانا۔ جب تیری نسبت باقی کے ساتھ ہو جائے گی تو تو باقی ہو جائے گا۔ اب تیری نسبت فانی کے ساتھ ہے، تو فانی ہے۔ فنا سے نسبت اٹھا کے بقا میں لگا دے تو سب آسان ہو جائے گا۔

یہ راز سمجھو کہ خواہش ایک غلامی ہے چاہے تبلیغ کی خواہش کیوں نہ ہو۔ اکثر ہم لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے میں اپنی انا شامل کر بیٹھتے ہیں۔ فی سبیل اللہ ہی ہو، تبلیغ کہیں ایسا نہ کہ انا ہو، مثلاً ایک شخص جو آپ کو نہیں مانتا، آپ کو اچھا نہیں سمجھتا جب کہ دین کو اچھا سمجھتا ہے، آپ اس کے ساتھ اپنا تعلق کیسے معلوم کرو گے۔ ہم عام طور پر اپنے تعلق

کے ساتھ ہی اللہ کا فضل مخصوص سمجھتے ہیں۔ ایک آدمی جسے ہم تبلیغ کرتے ہیں کہ تو اللہ کی راہ پر چل، اگر وہ ہمارے ساتھ تعلق نہیں رکھتا، ہمارے ساتھ ناراض ہے تو اب ہم اسے اسلام کے نام پر برا بھلا کہتے ہیں۔ پہچاننے والی بات یہ ہے کہ تم اس کو اسلام کا اتنا پیغام دو جتنا اللہ کا حکم ہے کہ ایسا کرو، یہ تمہارے لئے حکم ہے۔ اسے اپنا ذاتی پیغام نہ دو یعنی دھمکانا، برا بھلا کہنا۔

یہاں سے پھر راستہ بنے گا کہ تم کس حد تک اللہ کے نام پر سفر کر رہے ہو یعنی اپنے آپ سے فنا ہونا، اپنی ذات کو شامل نہیں کرنا۔ یہ چٹھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے، پہنچانی اس کو ہے ساتھ رسید نہ لو کہ تم کون ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ پیغام تو تم نے اچھا دیا ہے، ساتھ ہی تمہیں برا بھلا کہہ رہا ہے، اسے کہنے دو۔ وہ مبلغ جو ذاتی طور پر برا بھلا سننے کے لئے تیار ہے، اللہ کا پیغام سنانے کے لئے سفر کر رہا ہے، وہ ہے اصل مبلغ۔

اپنی ذات سے فنا ہونے کا مطلب ہے اپنی خواہش سے فنا ہونا، اپنے ارادوں کو اللہ کے ارادے میں داخل کرنا، اپنی انا کو محفوظ کرنا اور ساری کی ساری خواہشات اللہ کے حوالے کرنا۔ تو انسان کی زندگی فنا سے نکل کر بقاء میں آ سکتی ہے بشرطیکہ وہ موت سے پہلے مرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ بڑا مشکل ہے لیکن کوئی تیار ہو جائے تو بہت آسان ہے۔ مرنا تو ہے ہی آخر۔ مرنے سے پہلے مرنے کا راز ایسا ہے کہ جس نے سمجھ لیا وہ مر گیا اور جس نے نہ سمجھا وہ مارا گیا۔ بات صرف اتنی سی ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ مارے جائیں، مر جاؤ اپنی خوشی سے

؎ تاڑی مار اڈا نہ باہُوؒ، اساں آپ ہی اڈن ہارے ہو

بجائے اس کے کہ پکڑ کے لے جائیں۔ ایسے بن جاؤ کہ "وہ بلا رہا ہے تو ہم تو پہلے سے تیار ہیں۔" اگر انسان ایسی تیاری کرے تو وہ زندگی اور یہ زندگی ایک ہی زندگی ہی۔ اور بچے اتنے پیارے نہیں کہ ماں باپ سے زیادہ پیارے ہوں۔ ادھر ماں باپ ہیں، ادھر اولادیں ہیں، دونوں اپنے ہیں۔ یہاں بیٹھو تو اپنی اولادوں کے پاس بیٹھو، وہاں بیٹھو تو

اپنے ماں باپ کے پاس بیٹھو، سب برابر ہے۔ یہاں اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی یادیں ہیں، وہاں ان کا دیدار ہے۔ مسلمان کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ زندگی سے پیار کرتا ہے اور موت سے ڈرتا نہیں۔ تو موت جو ہے یہ وصال کا ایک ذریعہ ہے۔

موت کیا ہے حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب
روز اول سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ
اپنی منزل آپ جو طے کر گیا
وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا
لکھنے والے نے لکھا ہستی کی قسمت میں زوال
ہاں مگر باقی رہے گی ذات رب ذوالجلال

ایک چیز رہنی ہے، اللہ کا نام، باقی تو کچھ رہنا ہی نہیں ہے۔ رہنے دینا ہی نہیں اس نے۔ اس سے پہلے کہ شور مچا کے جاؤ، زبردستی سے جاؤ، اپنی مرضی سے تیار ہو جاؤ۔ وہ شخص جو ہر وقت تیار رہا اس کا وہ سفر بھی آسان ہے، یہ سفر بھی آسان۔ پتہ چلا کہ بلا رہے ہیں، فوراً کہے گا آ رہا ہوں۔ آنا سفر ہے، جانا سفر ہے، بھیجنے والے نے بھیجا کہ جا میلہ دیکھ آ، آ تو گیا مگر جب وقت ختم ہو گیا تو کہتا ہی اب نہیں جاتا۔ جس طرح بچے شو دیکھ لیتے ہیں، اور ختم ہونے پر کہتے ہیں ہم نہیں جاتے۔ تو مرنے سے پہلے مرنا زندگی کا راز پانے کے برابر ہے اور سچ پوچھو تو آپ روز مرتے ہیں۔ رات کو آپ سو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے پتہ نہیں کہ اس کی روح کدھر چلی گئی ہے اور کہتا ہے کہ میں ہوں، حالانکہ نہیں ہے، اور دیکھتا ہے خواب اور سمجھتا ہے سچ۔ خواب کے اندر کتنے خواب دیکھتا ہے۔ آپ کے پاس وقت نہیں ہوتا، شکر کرو کہ وقت نہیں ہوتا ورنہ پریشان ہی

ہوجائے کہ جو کچھ اس .نے دیکھا ہوا ہے، اگر دوبارہ دیکھے تو سارے کا سارا منظر نامکمل ہوتا جاتا ہے۔ کہیں نہ کہیں، کچھ نہ کچھ، ایک ایک کر کے رخصت ہوتا جا رہا ہے۔ کچھ آپ کے حالات، آپ کی صحت کے حالات، دوستی کے حالات، واقعات سب رخصت ہوتے جا رہے ہیں، واقفیتیں ختم ہوجاتی ہیں، دم توڑ جاتی ہیں۔ آج سے دس سال پہلے انسان اور تھا، بیس سال پہلے اور۔ اس طرح آہستہ آہستہ اور ہوتا جائے گا اور یہ واقعہ تو ہو کے رہے گا۔ بجائے اس کے کہ آپ تذبذب میں رہیں، تسلیم میں داخل ہوجائیں۔ تو تذبذب کو تسلیم کرنا ہے۔ موت سے پہلے مرنے کی بات یہ نصیب والوں کو عطا ہوتی ہے۔

(گفتگو: ا، صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۸)

## مرنے سے پہلے مرنے کا راز

(واصف علی واصفؒ)

اگر آپ چلے جانے والے بزرگوں سے ملنا چاہتے ہیں یعنی جن کا وصال ہو چکا ہے تو پھر یہ جسم تو مل نہیں سکتا۔ روح سے آپ ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور جسم کو آپ چھوڑتے نہیں ہیں جب تک آپ جسم کو نہیں چھوڑیں گے تب تک ان لوگوں سے وصال نہیں ہوگا جن سے آپ ملنا چاہتے ہیں، کوئی بھی بزرگ ہوں، مشائخ کرام ہوں۔ آپ کے اس وجود میں انہوں نے ملنا نہیں ہے اور جس نے ملنا ہے آپ اس روح کو آزاد نہیں کرتے۔

اس لیے کہتے ہیں کہ **"مرنے سے پہلے مرجاؤ"** کسی مرنے والے سے ملنا ہے تو مر کے ملوگے اور جو گزر گئے ہیں ان کو اگر کسی زندہ انسان سے ملاقات کی ضرورت ہے تو وہ زندہ ہوکر ملیں گے۔ اب آپ یہ بات یاد رکھو، "یہ راز ہے۔" کوئی بزرگ اگر اپنی اولاد میں سے کسی سے ملنا چاہے، کوئی گزرا ہوا بزرگ اپنے آنے والے زمانے میں کسی سے ملنا چاہے تو وہ عین عالم بشریت میں آ کر مل لے گا۔ آپ میں سے کوئی گزرے ہوئے سے ملنا چاہے تو وہ عالم وجود سے باہر ہوکر ملے گا۔ تو یہ طریقے ہیں۔ وہ ملیں گے تو

اس عالم میں اور آپ ملنا چاہیں تو اس عالم میں ملیں گے۔ اس لیے یہ بات آپ کو سمجھ آنی چاہیے اور ایک بار سمجھ آ گئی تو آپ کے مسئلے حل ہو جائیں گے اور پھر صداقت کا سفر آپ کو سمجھ آ جائے گا کہ صداقت کیا ہے تو صداقت اللہ کا امر ہے۔

(گفتگو: ۱۴، صفحہ ۱۱۷)

## مرنے سے پہلے مرجاؤ، آزاد ہوجاؤ گے

(واصف علی واصفؒ)

مولانا رومؒ نے ایک طوطے کی کہانی لکھی ہے کہ ایک سوداگر نے پنجرے میں ایک بولنے والا طوطا رکھا ہوا تھا۔ سوداگر سفر پر جانے لگا تو اس نے طوطے سے پوچھا کہ تیری کوئی خواہش۔ طوطے نے اپنے گرو طوطے کو پیغام بھیجا کہ آزاد فضاؤں میں رہنے والو! غریب قیدی کا سلام قبول کرو۔

سوداگر نے پیغام دیا۔ گرو طوطا یہ پیغام سن کر مر گیا اور ساتھ ہی سارے طوطے گر کر مر گئے۔

سوداگر نے یہی افسوس ناک خبر اپنے طوطے کو آ کر بتائی، وہ بھی مر گیا۔ سوداگر نے اسے پنجرے سے نکال کر پھینک دیا۔ وہ طوطا اڑ گیا اور بولا۔ اے سوداگر! میرے گرو نے میری فریاد پر مجھے رہائی کا یہی راستہ بتایا تھا کہ

"مرنے سے پہلے مرجاؤ، آزاد ہوجاؤ گے۔"

پس یہ ہے وہ راز جو گرو (شیخ کامل) مرید کو دیتا ہے۔ بہرحال طوطا، علم کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ (دل دریا سمندر، صفحہ ۳۱)

# موتوا قبل ان تموتوا کا مطلب

فیض ملت حضرت ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی مدظلہ

حضرت فیض احمد اویسی مدظلہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب اللہ جل جلالہ و رسول اللہ ﷺ کے احکام کے سامنے اپنے وجود اور اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو مار دو۔ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو ختم کردو وجود آپ کا ہو، اس پر حکم اللہ جل جلالہ و رسول اللہ ﷺ کا چلے۔ آپ کے جسم پر حکومت خالق و مالک کی ہونی چاہیے۔ حق تعالیٰ کی حکمرانی کی بجائے اپنی من مانی کبھی نہ کیجئے۔

مثلاً دیکھئے دکھ آئیں تو آنے دو۔ بے صبری کا مظاہرہ نہ کرو۔ بلکہ صبر و استقامت سے کام لیتے ہوئے دینی احکام کے مطابق عمل کرو۔ اگر سکھ آئیں تو اتراتے نہ پھرو کہ دیکھا میری عقل کا ثمر، دیکھا میری سیاست نے کیسے کام دکھایا۔ یہ ہے میری فہم و فراست کا نتیجہ۔ نہیں دکھ آئیں تو برداشت کیجئے، کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ بے صبری کا مظاہرہ نہ کیجئے اور سکھ آئیں تو اسے حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہوئے تکبر میں نہ آجایئے۔۔ جس نے یہ سکھ اور سکون دیا وہ لے بھی سکتا ہے۔ اس سلسلے میں تیری میں نہیں ہونی چاہیے۔ اپنی میں کو ختم کردیجئے۔ اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کے سامنے اپنے آپ کو مردہ کی طرح سمجھیے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے جیسے غسال اسے ادھر ادھر کرتا ہے تو مردہ کی اپنی مرضی نہیں چلتی بلکہ غسل دیتے ہوئے غسال کی مرضی چلتی ہے اسی طرح اللہ جل جلالہ و رسول اللہ ﷺ کے احکام کے سامنے اپنی ذات کو مردہ سمجھتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیے یہ ہے موتوا قبل ان تموتوا کا مطلب نا کہ اس کا معنی خودکشی کرنا ہے جو کہ شرعی نقطہ نظر سے بہت بڑا عذاب ہے۔

(شرح دیوانِ فرید گنج شکرؒ شارح ابو احمد غلام حسن اویسی صفحہ ۲۶۷)

# موت کی فضیلت

## موت عدم محض نہیں ہوتی:

علمائے کرام کا فرمان ہے کہ موت نہ تو عدم محض (کسی شے کا وجود ہی نہ ہونا) ہے اور نہ ہی کسی چیز کے ہر لحاظ سے فنا ہونے کو موت کہتے ہیں۔ بلکہ روح کے جسم کے ساتھ ایک عرصہ تک قائم رہنے کے بعد الگ ہونے کو موت کہتے ہیں۔ یا یوں کہیے کہ روح اور جسم کے جدا ہوجانے اور دونوں کے درمیان بطور پردہ آجانے کو موت قرار دیا جاتا ہے یا یہ کہ ایک حالت (زندگی) میں تبدیلی آجانے کو کہتے ہیں اور پھر ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جانے کو موت کہا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت بلال بن سعدؓ اپنے وعظ میں یوں فرماتے:

اے ہمیشہ رہنے والو! اے باقی رہنے والو! تمہیں بالکل فنا ہونے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ تم تو ہمیشہ رہنے کے لیے پیدا ہوئے ہو، ایک دن تم ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوجاؤ گے۔ (اگر موت، عدم کا نام ہوتا تو آپ اہل خلود کہہ کر خطاب نہ فرماتے) دراصل یہ معتزلہ اور خوارج کا رد ہے جو موت کو عدم محض کہتے ہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ ہم مکمل طور پر معدوم ہو جائیں گے تو عذاب کیسا؟

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "موت" مومن کے لیے خدائی تحفہ ہے (کیونکہ اللہ، سول ﷺ سے ملاقات کا سبب بنتی ہے)

۳۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ موت مومن کے لئے پھول کی حیثیت رکھتی ہے۔ (موت آگئی تو جیسے پھول سونگھ لیا)

(شرح الصدور۔صحفہ ۶۲۔۶۳)

# موت کیا ہے؟

## موت عدم نہیں بلکہ انتقال مکانی ہے

موت عدم نہیں ہے بلکہ انتقال مکانی ہے ۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ شہید قتل و موت کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں ۔ اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور دنیا کے احباب و اقارب سے بھی خوش ہوتے ہیں ۔(بلکہ ملاقات بھی کرتے ہیں)۔ پھر جب شہیدوں کی برزخی زندگی ہے تو انبیاء بدرجہ اولیٰ اس کے حق دار ہیں مزید براں رحمت عالم ﷺ سے ثابت ہے کہ زمین انبیاء کے جسم نہیں کھاتی اور یہ بھی کہ شب اسراء میں آپ بیت المقدس میں نبیوں کے اجتماع شریک ہوئے اور آسمان میں بھی نبیوں سے ملے ۔خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ---یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ انبیاء برزخی زندگی سے زندہ ہیں۔

(کتاب الروح صحفہ ۸۶)

## اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ کر دیا۔

۱۔ ایک نبی ایک شہر سے گزرا جو اجڑ گیا تھا اس نے تعجب سے کہا اس کے اجڑنے کے بعد اللہ اسے کیسے آباد کرے گا۔ پھر اسے اللہ تعالی نے سو سال تک مردہ رکھا۔ پھر زندہ کر دیا۔ اور پوچھا کتنی دیر ٹھہرے؟ بولے ایک دن یا اس سے بھی کم۔

۲۔ ایک اسرائیلی قتل ہوگیا جسے اللہ تعالی نے زندہ کر دیا تھا اور وہ اپنے قاتل کو بتا کر مر گیا۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر جانے والے جنہوں نے کہا ہم اللہ کو

اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لائیں گے۔تجلی ظاہر ہوئی۔سب مر گئے۔پھر دوبارہ زندہ کر دیا۔

۴۔ اصحاب کہف کئی سو سال تک مردہ پڑے رہے ان کو دوبارہ زندہ کیا۔

۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندوں کو ذبح کر دیا۔پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت ہے کہ مرنے کے بعد ان میں دوبارہ ایک قسم کی زندگی پیدا کر دے۔

(کتاب الروح۔ص:۱۳۷۔۱۳۸)

## حقیقتِ موت:

انسان میں ایک روح حیوانی......اور...... دوسری روحِ انسانی ہے۔روحِ حیوانی کا تعلق دل سے ہے جو ہر وقت دھڑکتا رہتا ہے۔یہ روح جسم انسانی میں تدبیر وتغذیہ کا کام سرانجام دیتی ہے۔حواس خمسہ ظاہرہ کا تعلق اسی روح سے ہے۔روحِ حیوانی،روح انسانی کی سواری ہے جو اپنے تمام کام روحِ حیوانی سے لیتی ہے۔چنانچہ جب تک عناصر اربعہ کا اعتدال باقی رہتا ہے وہ صورت جسمیہ میں باقی رہتی ہے اور جہاں کسی جز کی کمی بیشی ہوئی وہ اس سے الگ ہوجاتی ہے اور یہی روح حیوانی موت کا باعث ہوتی ہے پھر اس معتدل مزاجی کے سلسلہ کو درہم برہم کرنے کے لیے خدا کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے جسے ہم ملک الموت کہتے ہیں جب ملک الموت روح حیوانی کو فنا کردیتا ہے تو انسان مر جاتا ہے اور روح انسانی باقی رہتی ہے۔اسے ملک الموت قبض کر کے جہاں اسے جانے کا حکم ہوتا ہے وہاں پہنچا دیتا ہے۔روح انسانی کوجسم ظاہری کا ہتھیار صرف ''معرفتِ الٰہی کے حصول'' کے لیے بخشا گیا ہے اگر انسان نے جسم ظاہری کو ریاضت ومجاہدہ میں رکھ کر

''عرفانِ حق'' حاصل کرلیا تو جسم انسانی کا فنا ہو جانا روحِ انسانی کی فلاح کا باعث ہے کیونکہ اس نے اپنا حقیقی مقصد حاصل کرلیا ہے۔

الحاصل یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کی موت روح انسانی کے فنا ہوجانے کا نام نہیں بلکہ موت روح کا جسم انسانی میں تدبیر وتغذیہ کے تعطل کا نام ہے۔

(دعوت ارواح:ص،۱۵۶)

## موت کی اقسام اور درجات:

حضرت سید انور شاہ کشمیری صاحب نے فیض الباری شرح صحیح بخاری میں حیات انبیاء پر مفصل بحث کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

لوگوں کو اس حدیث کا مفہوم سمجھنے میں دقت پیش آئی ہے کیونکہ روح تو بذاتِ خود زندہ ہے اور اسے فنا نہیں خواہ کافر کی روح ہو خواہ مومن کی۔ لہٰذا جب تمام روحیں زندہ ٹھہریں تو انبیاء کے زندہ ہونے کا کیا مطلب ہوا؟ یاد رہے کہ احادیث نفس، روح کے زندہ ہونے اور اس کی مدت حیات کو بیان کرنے کے لئے وارد نہیں ہوئیں کیونکہ ان کے زندہ ہونے کا تو پہلے ہی فیصلہ ہوچکا ہے بلکہ ان سے مراد روح کا افعال سے معطل ہونا یا نہ ہونا ہے لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ انبیاء کی ارواح پاکیزہ عبادات اور مبارک افعال کرنے سے معطل نہیں بلکہ اپنی قبروں میں بھی ان اعمال کی بجا آوری میں بعینہٖ اسی طرح مشغول ہیں جس طرح دنیوی زندگی میں تھیں۔ چنانچہ انبیاء نماز بھی پڑھتے ہیں اور حج بھی ادا کرتے ہیں۔ یہی حال ان کے متبعین کا اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق ہے البتہ جو لوگ دنیا میں ان افعال (صالحہ) سے معطل ہیں آخرت میں بھی معطل رہیں گے۔

(دعوت ارواح،ص:۲۲۰)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ء تفسیر مظہری جلد اول: ۱۵۲ میں زیر آیت:

**ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات،** فرماتے ہیں:

یعنی اللہ تعالی ان کی ارواح کو اجسام کی قوت عطا کردیتے ہیں لہٰذا وہ زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں چلے جاتے ہیں اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو فنا کرتے ہیں۔اس کے علاوہ قاضی صاحب موصوف اپنی کتاب تذکرہ الموتی والقبور صفحہ ۳۰ میں وضاحت سے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ شہیدوں کے حق میں فرماتا ہے:

**بل احیاء عند ربھم یرزقون**

(بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک اور رزق دیئے جاتے ہیں) میں کہتا ہوں شاید مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے وہ جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں اور یہ حکم شہیدوں کے لیے خاص نہیں انبیاء اور صدیقین شہیدوں سے افضل ہیں اور اولیاء بھی شہیدوں کے حکم میں ہیں کیونکہ انہوں نے نفس کے ساتھ جہاد کیا ہے جو جہاد اکبر ہے حدیث میں:

**رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر**

(ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے)

اس کی کافی دلیل ہے اسی واسطے اولیاء اللہ فرماتے ہیں:

**ارواحنا اجسامنا واجسامنا ارواحنا**

یعنی ہماری روحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی ہمارے جسم نہایت لطافت

کے سبب بر نگ اَرواح ظاہر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا ان کی روحیں زمین آسمان و بہشت میں جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں اور دنیا وآخرت میں اپنے دوستوں اور معتقدوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں اور ان کی روحوں سے بطریق اویسیہ باطنی فیض پہنچتا ہے۔“

(دعوتِ ارواح، ص:۲۲۵۔۲۲۶)

# اولیائے کاملین صوفی شعراء

# کے عارفانہ کلام میں

# مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

# کا تذکرہ

# شرح کلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجِ شکرؒ

## (پاکپتن شریف)

اپنا لایا پرم نہ لاگے جے پوجے سب کوے
ایہ پرم پیالہ خصم کا جس بھاوے تِس دے

پرم نہ لاگے۔عشق الٰہی نہیں لگتا

جے پوجے۔اگر عبادت کرے

سب۔ہر

کوے۔کوئی

پرم پیالہ خصم کا۔پیالہ بادۂ توحید خدا

جس بھاوے۔جس کو چاہے

ترجمہ: اپنے لگانے سے محبت خدا نہیں ہوتی۔خواہ سب کا دل آرزو کرے۔

یہ محبت الٰہی خدا کا پیالہ ہے جس کو چاہے وہ دے دیوے۔

عشق الٰہی کے لئے سبب اور وقت نہیں ہے اس کے فضل پر موقوف ہے۔

**شرح: واللہ یدعوا الی دارالسلام ویھدی من یشاء الی صراط المستقیم**

(۱۰۔۲۵)

(خدا سلامتی کے گھر کی طرف پکارتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جس شخص کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف۔)

| | |
|---|---|
| ہے مسبب سے تجھے غفلت مگر | اس سے رکھتا ہے سبب پر تو نظر |
| جب سبب دیکھا مسبب کو نہ بھول | ہے سبب کو حکم حق اصل الاصول |

نتیجہ:

عشق الٰہی کا پریم اور جذب اپنے لگانے سے نہیں ہوتا ہے اگرچہ سب کا دل چاہتا ہے۔یہ عشق خدا کا پیالہ ہے جس کو چاہے دیوے۔وہاں اگر اس کا کوئی مشتاق ہوتو مرفوع الاجازت شیخِ کامل کے برزخ کا پیروہوکر اس سے صراط مستقیم کی تلقین حاصل کرے امید قوی ہے کہ عشق الٰہی اس کو حاصل ہوگا اور ''درجہ فنا'' سے گزر کر درجہ بقا تک پہنچ جائے گا۔

"(شلوک فریدی:ص،۲۹۰)

| | |
|---|---|
| جو بقائے حق سے برخوردار ہے | اس کے آگے یہ جہاں مردار ہے |
| جب تلک دیوار ہے تن کی بلند | آپ مطلب سے تو ہے نابہرہ مند |
| اس سے تو پاوے نہ جس دم تک نجات | کب میسر ہو تجھے آبِ حیات |
| رمز موتوا قبل ان تموتوا ہے یہی | تامرے پیش اجل با آگھی |

جب ذکر الٰہی کیساتھ پیر کامل کی توجہ اور تلقین اور جہد ریاضت اور جذب عشق سے جسم اور دل کی چربی پگھل کر خارج ہوجاتی ہے اور روئی کی طرح (یعنی لطیف ہوکر)اڑجاتی ہے تو نفسیات کم ہوجاتی ہے۔اور روح کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔اس وقت

تمام جسم ضعیف اور لاغر ہو جاتا ہے اور صاف ہو جاتا ہے جیسے کہ دھات کی میل آگ میں ڈالنے اور کئی ایک بار آگ دینے سے سڑ جاتی ہے اور صاف وشفاف نکل آتی ہے، بابا صاحبؒ فرماتے ہیں ایسے شخص تحسین وآفرین کے قابل ہیں اور مقبول اور مطاع بارگاہ الٰہی ہیں کیونکہ وہ عشقِ الٰہی کے رنگ سے رنگین ہو گئے:

## فریدا تے جن سوہنے ہے رتے ہر رنگ لائے

جناب بابا صاحبؒ فرماتے ہیں کی وہ آدمی عمدہ ہیں جو عشق الٰہی سے رنگین ہیں۔

(شلوک فریدی: ص،۶۴۔۶۵)

شارح شلوک فریدی جناب شکیل مصطفےٰ اعوان صابری چشتی لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| ہو جو توفیق ریاضتِ شکر کر | بُوجھ اسے حق کی عبادت اے بشر |
| جب ہوا بندہ فنا باقی ہے حق | نفی اور اثبات کا ہے یہ سبق |
| موت کے آنے سے پہلے مر ابھی | تاکہ ہو زندہ بعشق سرمدی |
| دمبدم دیتے ہیں عاشق اپنی جان | مرگ ہے ان کی حیات جاوداں |
| ان کو دو صد جان اگر دیوے خدا | وہ کریں ہر دم تمام اس پر فدا |

(شلوک فریدی: ص،۱۱۰)

بیڑا بندھ نہ سکیو بندھن کی ویلا

بھر سروور جب اچھلے تب ترن دُہیلا

بیڑا بندھ۔ مراد نفسِ امارہ پر قابو پانا۔

ویلا۔وقت　　　سرودر۔تالاب

ترن۔تیرنا　　　دہیلا۔دشوار

ترجمہ:باندھنے کے وقت تو بیڑا باندھ نہ سکا۔جب تالاب بھر کر اچھلے گا تب تیر کر پار ہونا دشوار ہو گا۔

شرح:

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا مرنے سے پہلے مرو یعنی بذریعہ برزخ شیخ کامل ہر سہ فنائے تامہ حاصل کر کے درجہ بقا میں متمکن ہو ورنہ وصل کا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔(شلوک فریدی:ص،۱۷۶)

| | |
|---|---|
| سرّ موتوا قبل ان تموتوا ہے یہی | بعد مرنے کے تجھے پہنچے یہی! |
| یاں نہیں کچھ سود مرنے کے سوا | مکر تیرا کب چلے پیش خدا |
| ہے عنایتِ حق کی مشروطِ ممات | ہے مجرب یہ دوا پیشِ ثقات |
| بلکہ مرنا بھی نہیں بے بدل حق | موت کو بھی جان لے تو فضل حق |
| راہ یہ بے راہ ہے پُرصد خطر | چاہیے دانا تجھے اک راہبر |

(شلوکِ فریدی:ص،۸۰)

# شرح کلام صوفی شاہ حسینؒ، لاہور۔

## ایتھے رہنا ناہیں!

ایتھے رہنا ناہیں، کوئی بات چلن دی کرو
وڈے اُچے محل اُساریو،گور نمانی، گھر دو
جس دیہی دا مان کریناایں، جیوں پرچھاویں دھر دو
چھوڑ ترکھائی پکڑ حلیمی، بھے صاحب تھیں ڈر دو
کہے حسین حیاتی لوڑیں، مرن تھیں اَگے مردو

### الفاظ معنی

اُساریو۔۔تعمیر کیے،بنائے

گور۔۔۔۔قبر

دیہی۔۔۔جسم

کریناایں۔۔کرتے ہو

پرچھاویں۔سایہ،چالاکی

دھر۔۔درخت

ترکھائی۔۔تیزی،تندی،چالاکی

بھے۔۔۔۔ڈر،خوف

لوڑیں۔۔۔ضرورت

مرن تھیں اَگے مرود ...... موت سے پہلے مرنا، یعنی نفسیاتی خواہشات کا خاتمہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنا۔

## ترجمہ:

شاہ حسین کہتے ہیں مجھے اس دنیا میں نہیں رہنا یہاں سے کوچ کرنے کی بات کرو یہاں اتنے اونچے اونچے اور بڑے بڑے محل تعمیر کر رہے ہو، اصلی گھر تو قبر ہے اور تو کس جسم کا غرور کر رہا ہے جس کی ایک سائے سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں اپنی تندی تیزی اور چالاکی چھوڑ اور حلیمی و بردباری اختیار کر اور اپنے اللہ کا خوف اپنے دل میں پیدا کر اگر تجھے زندگی کی ضرورت ہے تو نفس کو مار کہ یہ تیری اصل زندگی کی راہ میں رکاوٹ ہے جو اللہ کی عبادت سے عبارت ہے۔

## تشریح:

دنیا خوبصورت ہے، دنیا کے نظارے حسین و دلکش ہیں اس میں رہنے کو ہر انسان کا جی چاہتا ہے مگر ایسے بھی لوگ ہیں جو دنیا سے نفرت کرتے ہیں اس سے چھٹکارا چاہتے ہیں مگر ان کا بس صرف اس لئے نہیں چلتا کہ یہ سب رب کائنات کے اختیار میں ہے۔ کیا ہم نے کبھی سوچا کہ وہ اس خوبصورت دنیا سے کیوں اتنی نفرت کرتے ہیں اگر نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے دینا میں ایسی خامیاں ضرور دیکھی ہیں جس کے تحت اُنہیں دنیا سے دوری کا خیال آیا یا دنیا کو ترک کرنے کے جواز فراہم ہوئے آج کے دور میں جب ہم شاہ حسین کی کافیوں کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے اردگرد دھیان دوڑاتے ہیں تو ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ صوفیا نے دنیا سے علیحدگی کا درس کیوں دیا۔ ثبوت کے طور پر آپ اپنے اردگرد نظر دوڑایئے اور دیکھئے کیا آپ کسی کے ساتھ ناانصافی

ہوتے ہوئے نہیں دیکھ رہے، کسی کا حق مارا جارہا ہے لیکن لوگ خاموش تماشائیوں کی طرح کھڑے ہوئے ہیں کسی کی عزت لوٹی جاتی ہے اور لوگ نظروں کی عیاشی میں گرفتار اپنی تسکین کا سامان ڈھونڈ رہے ہیں اپنے فارغ اوقات میں اپنے دل بہلانے کے لئے کہانیاں ترتیب دے رہے ہیں تاکہ کسی کے لٹنے سے وہ اپنے لئے دلچسپی کے پہلو تلاش کر سکیں۔جائز قیمت لے کر کم تولا جارہا ہے، جعلی ادویات فروخت کر کے لوگوں کی زندگیوں سے کھیلا جارہا ہے ۔تب بھی ایسی ہی بے انصافی اور مکروہات موجود ہوں گی صرف ان کا رُخ اور روپ ذرا مختلف ہوگا۔اس کرب ناکیوں میں کون جینا چاہے گا۔تو ظاہر ہے دنیا سے علیحدگی کا کڑا جواز پیدا ہوتا ہے۔ اور ایسے میں دردِ دل رکھنے والا انسان اپنے ہم عصروں سے بھی یہی توقع کرے گا کہ وہ اس کی ہاں میں ہاں ملادیں اور چلنے کی کوئی بات کریں۔کہ یہ دنیا رہنے کے قابل نہیں یہاں آکر انسان اس دنیا کے دھندوں میں کھوکر اپنے رب سے دور ہوجاتا ہے ،لالچ ہوس خودغرضی اس کی ریاضت کو تباہ کرنے میں کوشاں ہیں اور آونچے اونچے محل اور بڑے سے بڑا گھر صرف اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اپنے مد مقابل کو نیچا دکھایا جا سکے جب کہ اصلی گھر قبر ہے جہاں اندھیرا ہوگا کروٹ لینے کیلئے بھی جگہ نہ ہوگی اگر روشنی ہوگی تو صرف نیک اعمال کی اور اللہ کی اس عبادت کی جو بندے نے اپنی زندگی میں کی ہوگی ، تمام محل اور جمع کیا ہوا مال دولت سبھی کچھ یہاں رہ جائے گا یہ سب دنیا کی چیزیں ہیں اور دنیا فانی ہے اس لئے دنیا کی چیزیں بھی انسان کی دائمی حیات کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں تو پھر اس کی رغبت اور ان کے لئے اس قدر تگ ودو کیوں؟ دراصل ہم اس کے چکر میں اپنے خالقِ حقیقی کو فراموش کر چکے ہیں۔ہم یہ بھی سوچنے سے قاصر ہیں کہ ہمارا جسم مٹی کا تودہ کسی بھی حیثیت کا مالک نہیں ہے ایک پرچھائیں کی طرح اس کی کوئی حیثیت نہیں ۔پھر ہم کس زعم میں اکڑے پھرتے ہیں، کس خیال میں کھوئے ہوئے ہیں ہمیں اپنے رب سے ڈر کیوں نہیں لگتا ہم کس بات کی تیزی دکھاتے ہیں کیا ہم

نہیں جانتے کہ ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ہم سب کی جان اسی کے قبضے میں ہے ہمارا سب کچھ دھرا کا دھرا رہ جائے گا اور ہم اپنی زندگی ہار کر اپنے رب کے حضور کھڑے گناہوں پر شرمسار ہو رہے ہوں گے اور پچھتا رہے ہوں گے، کاش ہم زندگی میں نیک اعمال کرتے ، اپنے رب اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتے ، نیکیاں کرتے بھلائی کرتے، اللہ کے آگے اپنے آپ کو جھکاتے اور اپنے اللہ کی رضا کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے۔ مگر ہم نے ایسا کچھ نہ کیا جس کے عوض اب ہمیں ہر طرح کے کرب سے گزارا جائے گا۔ ہم نے انسان ہونے کے ناطے بھی انسانیت کی کوئی خدمت نہ کی اور اپنی نفسانی خواہشات کو تجنے کی بجائے ہمیشہ لالچ سے کام لیا اور اپنے نفس کو قابو پانے کی طرف دھیان نہ دیا۔ ہمارے کرتوتوں سے ہماری دائمی زندگی اللہ کے عذاب میں مبتلا ہو گئی۔

(شرح کلام شاہ حسینؒ، ص: ۲۱۹۔۲۲۲)

# عصر حاضر کے فتنات کا مقابلہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟

## (شارح کلام شاہ حسینؒ جناب یوسف ثانی کی فکر انگیز تحریر)

اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کرتے وقت جن اختیارات سے نوازا ان اختیارات کا استعمال ہی ان کے کردار کی تصویر اور اس کے اعمال کا مثبت اور منفی ہونا ہے۔لہٰذا اختیارات دیتے ہوئے ذمہ داریاں بھی سونپ دی گئیں جنہیں پورا کرنا انسان کے فرائض کا اولین حصہ ہے اولین اس لئے کہ یہ کام اس رب عظیم جو سارے جہانوں کا خالق ہے کی طرف سے ہدایت اور ہماری بہتری کیلئے ہمیں سونپے گئے اور ان کا کرنا ہمارے رب کی رضا اور خوشنودی کیلئے ہے اور ان کا نہ کرنا ہمارے بھٹکنے اور گناہ گار ہونے کی دلیل ہے ہمیں جو حواس عطا کئے گئے وہ ہمارے شعور کی مدد کیلئے بخشے گئے مگر ہم نے ان سے صحیح طور پر کام نہ لیا اور گمراہ ہوگئے اور شعور کو پختگی سے ہمکنار کرنے میں ناکام رہے جس کی وجہ سے جو ہدایات اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ مجید میں ہمارے لئے ارشاد فرمادیں ہم ان سے مستفید نہیں ہوسکے یہ سراسر ہماری اپنی کوتاہی ہے ورنہ ہمارے روبرو اور ہماری دسترس میں ہمارے رب کی طرف سے اختیارات ضرور دیئے گئے ۔مگر ہم نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دنیا میں اپنے آپ کو الجھا لیا، دنیا کی ہر نعمت سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اپنے اللہ کا شکر کرنے سے غافل ہوگئے ہم نے یہ نہ سوچا کہ دنیا کی چکا چوند ہمیں اندھا کرسکتی ہے چندھیا سکتی ہے مگر ہم نے صرف اور صرف اس کا وہی رخ دیکھا جو ہمارے وقتی مفاد کے عین مطابق تھا۔اور اس احسان کو فراموش کردیا۔جس کے سبب ہماری بخشش کے روشن ذرائع امکانی سطح پر واضح تھے ہر چند کہ راہ حق پر سفر کرنا آسان کام نہیں ہر طرف سے منفی قوتوں کی یلغار، نفس کی چوٹیں، ضروریات، خواہشات اور دیگر سو طرح کی الجھنیں

سب کی سب اس راہ سے دور لے جانے کیلئے اپنے اپنے ذرائع کے مطابق اپنا کردار ادا کرتے ہیں مگر جو اس راہ پر پہلا قدم رکھ دیتا ہے اسے نورِ الٰہی خود بخود راستہ دکھاتا ہے اور وہ تمام عوامل سے اور منفی یلغاروں سے بے نیاز آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ مگر اس کے لئے اپنے آپ کو موت سے پہلے مارنا ضروری ہے اپنی خواہشات کا قلع قمع کرنا۔ اپنے ان جذبوں کو کم کرنا جن کے تحت دنیاوی کشش میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے لازمی امر ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ تمام زندگی یونہی بے کار گئی کیوں کہ ہم نے اللہ سے اپنا ناطہ توڑ لینے کی کوشش کی جو ہمارا رازق اور پالنہار ہے۔ اور غلط کاریوں میں اپنے آپ کو مصروف رکھا اور ہم یہ بھول گئے کہ آخر کار ہمیں مرنا ہے اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے کہ آج سے پہلے محلوں کے مالک، انتہائی دولت مند اور بااختیار لوگوں نے بھی موت کا مزہ چکھا ہے اور اس سے کوئی بچ نہیں سکا۔ اور نہ قیامت تک کوئی اس سے بچ سکے گا۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ جو لوگ مرنے سے قبل مر جاتے ہیں مراد وہی ہے کہ اپنے نفس کو مارو انہیں موت کا ڈر نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے لئے زندگی کی اہمیت کم ہو جاتی ہے اور موت کی اہمیت زیادہ اور اسی وسیلے سے وہ اپنے رب اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملنے والے ہوتے ہیں اور اس کی رحمتوں سے مستفید ہونے کی آرزو میں خوشی خوشی اپنے آپ کو اپنے اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں اور ہم آپ جانتے ہیں کہ جس کو اس کے حقیقی محبوب کا دیدار نصیب ہو جائے اسے تو کل کائنات مل گئی اسے کسی بھی شے کی حاجت کہاں رہے گی۔

(شرح کلام شاہ حسینؒ، ص:۲۵۴۔۲۵۵)

# شرح کلام حضرت سلطان باہوؒ

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ پا فقیرا جھاتی ہو
نہ کر منت خواج خضردی ، اندر آب حیاتی ہو
شوق دا دیوا بال انہیرے لبھی وست کھڑاتی ہو
مرن تھیں آگے مر رہے باہوؒ جہاں حق دی رمز پچھاتی ہو

(یہ بدن رب سچے کا حجرہ ہے۔اے فقیر! اس کے اندر جھانک کر دیکھو! خواجہ خضرؑ کی منت سماجت مت کرو، آب حیات تو تمہارے اپنے اندر موجود ہے۔
ظلمت میں چراغِ شوق روشن کرو شاید تمہیں اپنی گمشدہ بستی مل جائے۔

باہوؒ! وہ جنہوں نے حق کی رمز پہچان لی۔ مرنے سے پہلے مر گئے۔ وہ امر ہو گئے)

## تشریح:

حضرت سلطان العارفینؒ بدن کو ہیکل یا حلقہ نہیں کہتے بلکہ اس کے لئے حجرہ کا استعارہ لاتے ہیں۔ایک تو حجرہ عوام الناس کی سمجھ کے زیادہ قریب ہے اور دوسرے اس کے ساتھ دینی تقدس اور عبادت گزاری کا تصور وابستہ ہے کیونکہ ہمارے کلچر میں حجرہ وہ جگہ ہے جہاں کوئی درویش روزانہ یا کبھی کبھار معتکف ہو کر عبادت کرتا ہے۔

سلطان صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جسم ایک حجرہ ہے جس کے اندر جھانک کر دیکھو گے تو رب کو بیٹھا پاؤ گے۔لوگ روحانی ترقی کے راستے پر گامزن ہونے کیلئے خارجی اسباب

کے درپے ہوجاتے ہیں اور جب وہ نہیں ملتے تو پھر مایوس ہوجاتے ہیں ۔ سلطان صاحبؒ کے نزدیک یہ اندازِ فکر غلط ہے ۔انسان کے اپنے اندر طلب و استعداد کا جذبہ موجود ہے اسے جگانا چاہیے جب طلب کا جذبہ بیدار ہوجائے تو مرشد کامل خود بخود مل جائے گا۔

ہوتا یوں ہے کہ لوگ پیروں (خواہ وہ خضر علیہ السلام ہی کیوں نہ ہو) پیچھے بھاگتے ہیں ان میں کوئی سچا ہوتا ہے کوئی جھوٹا یا خامکار۔اس ذلت و خواری میں پڑنے کی بجائے اگر اپنے باطن میں شوق کا چراغ جلائیں گے تو بصیرت حاصل ہوگی اور مرشد کامل بھی مل جائے گا۔ اولیت جذبہ طلب (شوق) کی شدت کو حاصل ہے، باقی سب اسباب ثانوی ہیں انسان کے اندر باطنی قوت خوابیدہ رہتی ہے،شوق و طلب میں یہ قوت جاگ اٹھتی ہے یہ بندے کی وہ فراموش کردہ شے ہے جو شوق کا چراغ جلنے یا جلانے پر اسے مل جاتی ہے۔

آخری مصرع میں فرمایا:

مرن تھیں اگے مر رہے باھوؒ     جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہو

درویشی کے طریق میں پہلا درجہ طلب کے جذبہ کی شدت ہے اور شوق کی فراوانی ، دوسرا درجہ اپنی سفلی خواہشات کو ختم کرنے کا ہے ۔ ان خواہشات میں سے ہر ایک کو مارنا جان جوکھوں کا کام ہے ۔موت کے ذائقہ کی طرح تلخ!

ان دو مرحلوں کے بعد درویش کو کوئی روحانی مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس بیت کے پہلے دو مصرعوں میں امیجز (تصورات) کی تازگی بہت دلکش ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ امیجز زاہدوں اور عبادت گزاروں کے ماحول سے لئے گئے ہیں۔ بدن حجرہ ہے جہاں رب بیٹھا ہے (ایہہ تن رب سچے دا حجرہ) فقیر اس کے اندر یک سو ہو کر جھانکتا ہے (پا فقیرا جھاتی ہو) خواجہ خضر (مرشد کامل) آبِ حیات (فطری استعداد جو روحانی ترقی کی ضامن ہے) چراغِ شوق (دیا حجرے کے اندر جلتا ہے تو روشنی ہوتی ہے۔

''شوق دا دیوا'') کھوئی ہوئی شے کا پا لینا (انسان کا اصل مقصد رب کی پہچان ''لبھی وست کھڑاتی'')۔

(شرح ابیات سلطان باہوؒ، ص:۵۵۔۵۷)

تدوں فقیر شتابی بندہ جان عشق وچ ہارے ہو
عاشق شیشہ، نقش مربی، جان جاناں توں وارے ہو
خودنفسی چھڈ ہستی جھیڑے لاہ سروں سب بھارے ہو
مویاں باجھ نہیں حاصل باہوؒ سے سے سانگ اتارے ہو

(فقیر تب شتاب بنتا ہے جب وہ عشق میں جان دے دیتا ہے عاشق شیشہ ہے۔نقش مربی ہے۔ عاشق اپنے محبوب پر سے جان قربان کر دیتا ہے۔ اے درویش! خود نفسی اور بیکار کے جھگڑے چھوڑ دے اور سر پر سے سب بوجھ اتار دے۔

باہوؒ! مرے بغیر مقصد حاصل نہیں ہوتا خواہ سَو بہروپ بدلتے رہو۔)

## تشریح:

جب طالب کے اندر شدت بڑھ کر عشق کی کیفیت میں ڈھل جاتی ہے تو پھر اسے جان کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ وہ مقصد کے حصول کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہے:

جب تک آدمی اپنی عادات اور رسوم و رواج کو رد نہیں کر دیتا۔اس وقت تک حب دنیا اس سے الگ نہیں ہوتی۔ ہر عادت کا ہٹانا گویا اس کو مار دیتا ہے اور ہر عادت کے ساتھ اسے خود مرنا پڑتا ہے۔صوفیانہ روایت میں اسے ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا '' کہا گیا ہے، یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ۔اگر دنیا میں ہوتے ہوئے یوں'' دنیا سے علیحدگی'' نصیب

نہیں ہوتی تو پھر سب بہروپ ہیں جن کی اصلیت کچھ نہیں ہوگی۔ تب فقرؔ و درویشی کا صرف ایک سوانگ ہوگا، حقیقت مقصود نہ ہوگی۔

(شرح ابیات سلطان باہوؒ، ص:۱۱۵۔۱۱۶)

| | |
|---|---|
| جب لگ خودی کریں خود نفسوں | تب لگ رب نہ پاویں ہو |
| شرط فنا نوں جانیں ناہیں | نام فقیر رکھاویں ہو |
| موئے باجھ نہ سوہندی الفی | اینویں گل وچ پاویں ہو |
| نام فقیر تد سوہندا باہو | جیوندیاں مر جاویں ہو |

(جب تک نفس پسندر ہوگے، رب کو نہیں پاسکو گے۔ فنا کی شرط کو تم سمجھتے نہیں اور فقیر کہلاتے پھرتے ہو! الفی مردے کیلئے ہوتی ہے، تم تو مرے بغیر یہ اوڑھے پھرتے ہو۔ باہو! نام فقیر تب مناسب ہے جب جیتے جی ہی مرجاؤ)

اس بیت میں طالب حق کو مخاطب کر کے نصیحت کی گئی ہے۔ فرمایا: جب تک خود پسندی اور نفس کی خود پرستی self-Centredness میں گرفتار رہوگے، رب کو نہیں پاسکو گے۔ یعنی رب کو پالینے کیلئے اپنی نفسانی حدود سے باہر آنا پڑے گا۔ یہ شیخ بتائے گا کہ آدمی نفسیاتی حدود سے کیسے باہر نکل سکتا ہے۔

فقر کی ابتدائی شرط فنا ہے۔ فنا سے مراد مکمل تبدیلی ہے۔ پچھلے گناہوں سے توبہ کرنے، بے لگام حیوانی خواہشات کو پابند کر لینے، احکام الٰہی پر کاربند ہونے اور اللہ کے ذکر وفکر میں مشغول رہنے سے یہ تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اگر کسی شیخ کے حلقہ میں داخل ہوکر یہ کوششیں کی جائیں تو بہت جلد بار آور ہوتی ہیں۔ کبھی تو صرف اس کی توجہ سے ہی انسان کے اندر یہ تبدیلی آجاتی ہے اور کبھی اس کی نگرانی میں کچھ محنت کرنے سے چند دنوں میں

یہ بات حاصل ہوجاتی ہے۔ بہرحال سلطان العارفینؒ حلقہء فقر میں داخل ہونے کیلئے اس تبدیلی کوشرطِ اول قرار دیتے ہیں۔

یہ تبدیلی وہی ہے جسے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مرجاؤ) بھی کہا گیا ہے۔ گویا نفس کی پہلی حالت پر موت وارد ہوجاتی ہے۔ جب تک ایسا نہ ہوجائے فقیری کا لباس (گدڑی یا کفنی) پہننا روا نہیں ہے۔

فقیر کا لقب تو جبھی زیب دیتا ہے جب آدمی جیتے جی مرجائے۔ جیتے جی مرجانے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسی جہان میں رہتے ہوئے وہ حیات بعد الموت کا شعور حاصل کرلے۔ ایسے آدمی سے پھر موت کا خوف جاتا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ موت کے بعد اپنی زندگی کی کیفیت کو جان لیتا ہے اور اس کی لذت سے آشنا ہو جاتا ہے۔ اسی صورت میں اس کا عمل پھر سراسر دوسرے جہان کے تقاضوں کے مطابق ڈھل جاتا ہے۔ وہ رہتا اس جہان میں ہے، کام اُس جہان کا کرتا ہے۔

(شرح ابیات سلطان باہوؒ، ص:۱۳۸۔۱۳۹)

جیوندے کیہ جانن سار مویاں دی سو جانے جو مردا ہو
قبراں دے وچ اَن نہ پانی خرچ لوڑ نیدا گھر دا ہو
اک وچھوڑا ماں پیو بھائیاں بیا عذاب قبر دا ہو
واہ نصیبہ باہوؒ جہیڑا وچ حیاتی مردا ہو

(زندوں کو مرنے والوں کی کیا خبر؟ وہی جانتا ہے جو مرتا ہے۔ قبر کے اندر نہ روٹی نہ پانی۔ یہاں تو گھر سے لایا ہوا خرچ چاہیے، مرنے کے بعد ایک تو ماں باپ اور بہن بھائیوں کی جدائی کا غم اور دوسرے عذابِ قبر کا خوف: باہوؒ! نصیب کے وہی اچھے رہے جنہوں نے

اسی جہاں میں موت کو قبول کرلیا)

## تشریح:

مرنے کے بعد بندے پر فی الواقع کیا گزرتی ہے؟ اس امر کو وہی جان سکتا ہے جو مر گیا ہو۔ اندریں بارہ ادھر ادھر سے کچھ باتیں یہاں جو بیان کی گئی ہیں، وہ گو صحیح ہوں مگر ان کی حقیقت کو سمجھنا عام آدمی کیلئے اس خاطر مشکل ہے کہ اندازِ بیان علامتی یا تشبیہاتی ہو جاتا ہے، نیز عام روزمرہ کی زبان اسے سمجھانے سے قاصر رہتی ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ موت کے بعد جب آدمی قبر میں جا لیٹتا ہے تو جو چیزیں یہاں کی زندگی میں بنیادی ضرورت کہلاتی ہیں اور جن میں غذا سب سے اولیت رکھتی ہے بے معنی ہو جاتی ہیں اب اگر وہاں ضرورت پڑتی ہے تو بقول سلطان صاحبؒ گھر کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہی کام آتا ہے گھر کے اندر سے مراد خود انسان کا ذاتی عمل ہے۔ یہی عملِ خیر وہاں کے مصرف کی چیز ہے۔

سلطان صاحبؒ فرماتے ہیں مرنے والوں میں سب سے زیادہ خوش نصیب وہی ہوتے ہیں جو جیتے جی نہ صرف موت کا مزا چکھ لیتے ہیں بلکہ حیات بعد الموت کا مشاہدہ کر چکے ہوتے ہیں۔ جیتے جی مرنا وہی ہے جسے ''فنا'' کہا گیا ہے، یعنی ایسی مکمل تبدیلی جس سے نیا وجود نکل آئے۔ یہ نیا وجود پھر حیات بعد الموت کی جھلک اِسی زندگی میں دیکھنے کی اہلیت پیدا کر لیتا ہے۔

(شرح ابیات باھوؒ، ص:۱۷۷۔۱۷۸)

# شرح کلام بابا بلھے شاہؒ (قصور شریف)

## اُلٹی گنگا بہایو رے سادھو!

الٹی گنگا بہایورے سادھو تب ہر درسن پائے
پریم کی پونی ہاتھ میں لیجو گنجھ مروڑی پڑنے نہ دیجو
گیان کا تکلا دھیان کا چرغہ الٹا پھیر بھوائے
الٹے پاؤں پر کنب کرن چائے تب لنکا کا بھیدا پائے
دھنیر لٹیا ہن بچھمن باقی تب انحد ناد بجائے
ایہ گت گرو کی پریوں پاوے گرو کا سیوک تبھی سدائے
امرت منڈل مول تب ایسی دے کے ہری ہر ہو جائے
الٹی گنگا بہایورے سادھو تب ہر درسن پائے

اس کافی کے ذریعے حضرت سید بابا بلّھے شاہؒ حصول راہ حق کا طریقہ بتلاتے ہوئے اسے ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا'' کا سبق سکھلا رہے ہیں آپؒ فرماتے ہیں کہ:

اے سادھو (طالب حق) تجھے دیدار و قرب الٰہی حاصل کرنے کیلئے سخت ترین محنت و ریاضت سے کام لینا ہوگا اور اس کے لئے اپنے اندر بسی ہوئی خواہشات نفس کو نکال باہر پھینکنا ہوگا تب ہی تجھے تیرا مطلوب حاصل ہوگا محبت کی شمع جلا کر اس کے سہارے تجھے بہت زیادہ عبادت و ریاضت اور مجاہدہ نفس کرنا پڑے گا اور تجھے محبت کے مسلسل عمل سے گزرتے ہوئے اپنے دل کو آلائشات دنیا سے بچانا ہوگا اور دنیا کی رنگینیوں

سے منہ موڑنا ہوگا۔

جس طرح چرخے پر سوت کاتتے ہوئے سخت نگاہ رکھنی پڑتی ہے اسی طرح تجھے بھی اپنے نفس پر نگاہ خاص رکھنی ہوگی اور تکلے کی مانند اس کو دل سے نکالنا ہوگا اور دل کی مکمل صفائی کرنا ہوگی اور جس طرح جلاہا گڑھے میں اپنے پاؤں لٹکا کر کپڑا بننے میں مصروف رہتا ہے اور پھر کہیں جا کر وہ اپنی من پسند کا کپڑا حاصل کر پاتا ہے تجھے بھی رات دن کی ریاضت و نفس کشی سے دل کی اقلیم سے غیریت یعنی دوئی کو نکالنا ہوگا اور حب الٰہی میں اپنے آپ کو مستغرق کرنا ہوگا۔ اور جس طرح راون سیتا کو رام چندر جی کے بن پاس سے اٹھا کر لے گیا تھا اور ان کے بھائی لچھمن نے ان کے ساتھ بن باس لے کر اللہ کو پایا تھا تجھے بھی ویسی ریاضت کے ذریعے نفس سے چھٹکارا پا کر ذات الٰہی کو پانا ہوگا اور جب تک گرو یعنی مرشد کامل کی خدمت نہ بجا لائے گا تجھے مرشد کامل کا مرید کہلانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

تجھے موت سے قبل مرنا ہوگا ''یعنی مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا'' کے عمل سے گزرنا ہوگا تب کہیں جا کر تو اس ذات حقیقی سے واصل ہو سکے گا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہوگا اس لئے اے سادھو (درویش) تجھے دیدار و قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے سخت ریاضت و محنت کرنا ہوگی۔

**تشریح:** جب تک بندہ اپنے آپ کے دل کی صفائی نہیں کرتا اور اپنے آپ کو ہوائے نفس و خواہشات سے پاک نہیں کرتا اس وقت تک راہ حق پر چلنا اس کے لئے بے حد محال ہے اور اس کے لئے ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا'' کا درجہ حاصل کرنا پڑتا ہے یہ موت اس طرح سے ہوتی ہے کہ بندہ اپنے نفس کو چھوڑ دے اور نفس کو چھوڑنے سے یہ مراد ہوتی ہے کہ بندہ اپنی ہر طرح کی خواہش کو ختم کر دے کسی شے کی طلب نہ کرے، کسی غیر اللہ سے

کوئی خواہش یا آرزو نہ رکھے اور اس کے ساتھ ساتھ خود نفسی اور ہستی کی تمام بحثوں سے چھٹکارا حاصل کرے نفس مطمئنہ کی حالت اختیار کرے تا کہ نفس مطمئنہ بندے کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنے کی تلقین کرتا رہے اور اس سے بندے کو اطمینان و سکون قلب حاصل ہو کیونکہ نفس مطمئنہ اپنے اعمال کے اعتبار سے بری باتوں سے پاک ہوتا ہے یہی بندے کی سرپرستی اور راہنمائی کرتا ہے یہی تربیت انسان حاصل کرتا ہے بندہ اسی سے پناہ حاصل کرتا ہے اور اس کے بارے میں ارشاد ربانی ہوتا ہے کہ:

''اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف بازگشت کر تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس تو میرے بندگانِ برگزیدہ میں شامل ہو جا اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔''

(الفجر: ۲۷۔۲۹)

اس کافی میں بابا بلھے شاہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بندے کو کہتے ہیں کہ وہ ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا' سے گزر کر ہی واپس اپنے رب کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور تبھی وہ وصال و قرب الٰہی کا حق دار بن سکتا ہے اور اس سارے مرحلے سے گزرنے کے لئے مرشد کامل کی خدمت کرنا بے حد ضروری ہے کیونکہ اسی کا وسیلہ انسان کو نفس مطمئنہ کی حالت میں لاکر وصال و قرب الٰہی کا باعث بنتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے مختلف رمزوں کے سہارے ایک تمثیلی انداز میں اپنی بات کا اعادہ کیا ہے۔

(شرح کلام بلھے شاہ، صفحہ ۷۵۔۷۶۔۷۷)

# بلھا شاہ اساں مرنا ناہیں قبر پائے کوئی ہور

حضرت بابا بلھے شاہ ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی منزل'' پانے کے بعد فرماتے ہیں:

☆ اے بلھا شاہ! ہم نے کبھی بھی نہیں مرنا کیونکہ ہم مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی طرح اپنے نفس سے چھٹکارا پاچکے ہیں اور ہمیں اب کبھی بھی موت نہ آئے گی اگر کسی اور نے مرنا ہے اور وہ بصد شوق مرسکتا ہے اور اگر کسی نے قبر میں جانا ہے تو بے شک چلا جائے ہم نے تو قبر میں نہیں جانا ہے مراد یہ کہ صرف فانی جسم نے قبر میں جانا ہے جبکہ روحانی جسم نے نہ تو مرنا ہے اور نہ ہی قبر میں جانا ہے میرا رانجھا (محبوب حقیقی) کوئی اور ہے۔

چونکہ عشق الٰہی انسان کو لافانی بنا دیتا ہے اس لئے بلھا شاہ رحمۃ اللہ علیہ تو نے تو مرنا نہیں ہے یعنی تم نے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی طرح اپنے نفس کو پہلے ہی مار لیا ہے اس لئے اب اس دل نے جس میں کہ عشق الٰہی کے ذریعے وصال الٰہی ہو چکا ہے اب اس نے تو نہیں مرنا کیونکہ دوئی کے خاتمے کے بعد یکجائی تو وحدت الٰہی کو رہ جاتی ہے اس لئے وحدت الٰہی کو کبھی بھی موت نہیں آ سکتی اس لئے ہماری روح اس جھنجھٹ سے آزاد ہوچکی ہے۔ اب قبر میں تو ہمارا مادی جسم ہی جائے گا اور اس کی پہچان تو ختم ہوچکی ہوگی اس لئے خدا جانے کہ قبر میں کس نے جانا ہے اور یہی مطلب اس شعر کا ہے۔

(شرح کلام بلھے شاہ صفحہ ۴۴۵)

ایک اور مقام پر جناب ابو الکاشف قادری شارح کلام بلھے شاہؒ تشریح فرماتے ہیں:

جب عاشق مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مقام سے گزر کر فنا فی اللہ ہوجاتا ہے تو ایسے میں اس کو موت کا ڈر بالکل نہیں رہتا کیونکہ جسم خاکی فانی ہے اور روح باقی اور جب

روح نور ربانی میں مدغم ہوگئی تو ذاتِ ربانی کی طرح وہ بھی امر ہوگئی اس لئے کہ اسے تو فنا کی جگہ ہمیشہ کے لیے بقا مل چکا ہے۔اور فانی جسم اگر قبر میں اتر جائے گا تو اس کا روح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور اس طرح ہمیشہ زندہ رہنے والے جاودانی محبوب کے ساتھ زندہ رہے گی۔

بقول سید وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ:

وارث شاہ اوہ سدا ہی جیوندے نے

جہاں کیتیاں نیک کمائیاں نے

(شرح کلام بلھے شاہؒ ص ۲۷۳)

# شرح کلام میاں محمد بخشؒ عارف کھڑی شریف

## (میرپور آزاد کشمیر)

ہر ہک اندر دوزخ جس وچ سپ اٹھوئیں واسا
اس دوزخ تھیں باہر آویں خطرہ رہے نہ ماسا
جے اج باہر آیوں ناہیں دوزخ نالے جاسی
ہر ہک سپ اٹھواں اینوں روز حشر تک کھاسی
جان سالک اس جائی پہتا آپ مرے، مر جیوے
گم ہوئے مڑ باہر نکلے گنگا ڈورا تھیوے

۱۔ ہر انسان کے اندر ایک دوزخ (پیٹ) ہے جس میں سانپ اور بہت سے بچھو رہتے ہیں اگر تو اس دوزخ سے باہر آ جائے تو تیری جان کو کوئی خطرہ نہ رہے گا۔

۲۔ اگر آج بھی تو اس سے باہر نہ نکلا تو یہ دوزخ تیرے ساتھ جائے گا اور یہ سانپ اور بچھو تجھے حشر تک اسی طرح ڈنگ مار مار کر کھاتے رہیں گے۔

۳۔ جب سالک اس پر پہنچتا ہے تو آپ ہی مرجاتا ہے اور مرنے کے بعد پھر جی اٹھتا ہے وہ غائب ہو جاتا ہے اور پھر باہر نکل آتا ہے بلکہ گونگا بہرا بن جاتا ہے مراد یہ کہ وہ نہ تو کچھ دیکھتا ہے اور نہ ہی اسے سنائی دیتا ہے اور زبان سے گونگا ہو جاتا ہے۔

**تشریح:** میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے اندر ایک دوزخ (نفس) موجود ہے اور

یہ نفس سانپوں اور بچھوؤں (خواہشات و ہوائے نفس) کا مسکن ہے اگر انسان اپنے اس دوزخ (نفس) سے چھٹکارا حاصل نہ کرے تو اس سے ہمہ وقت گمراہی کا خطرہ انسان کو لاحق رہتا ہے اور اگر انسان مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی اس نفس کو مار کر مرنے سے پہلے نہ مر جائے تو پھر انسان جب قبر میں جاتا ہے تو اس نفس کے ہاتھوں سرزد ہونے والے گناہ سانپ اور بچھو بن کر روز محشر تک قبر میں ڈستے رہتے ہیں اسے اپنی غفلت کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتے رہتے ہیں لیکن اس وقت افسوس کرنے کا کیا حاصل اور بقول کسے:

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

جو اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں ان کا یہ حال ہے کہ ان کا وجود نورِ الٰہی کی صفات سے روشن اور چاند کی مانند فروزاں ہوتا ہے اور وہ دور سے ہی اپنی پیشانیوں پر چمکنے والے نور کی بدولت پہچانے جاتے ہیں اور یہ مقام سالک کو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی حالت (منزل) پانے کے بعد ملتا ہے۔ (صفحہ ۱۳۲۔۱۳۵) شرح کلام میاں محمد بخشؒ

## "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی منزل سے گزرے بغیر حقیقی زندگی کا حصول ناممکن ہے۔"

مر کے جیون دی گل بھائی دَسّے کون زبانوں
بعث بعد الموت سخن دے معنی دور بیانوں

بعد فنا یوں باقی ہوناں کیہ جاناں اس باتوں
نویں کتاب بنے جے لکھاں باتاں نفی اثباتوں

مر کے جیون دی گل چنگی سو جانے جو کر دا

جس دے سر تے ورتی ہووے کم نہیں ہر ہر دا

میں کیہ جاناں حال فقر دے مدعی نفسانی

سنی سنائی لکھ وکھائی پائی نہیں نشانی

اپنی موت حیاتی اندر جب لگ تیرا ڈیرہ

اس منزل وچ کد محمد پیر پوے گا تیرا

۱۔ اے میرے بھائی مر کر زندگی کی بات تجھے کون بتلائے گا؟ اور نہ ہی آج تک کسی نے بتلائی ہے بعث بعد الموت (موت کے بعد جینا) کے معانی بیان نہیں کئے جاسکتے۔ کیونکہ ہر ایک اس کے معانی بیان کرنے سے قاصر ہے۔

۲۔ فنا کے بعد باقی کے متعلق میں کچھ بھی نہیں جانتا)اور نہ ہی مجھے کوئی علم ہے البتہ اگر میں نفی اثبات کے متعلق کچھ لکھوں تو ایک نئی کتاب بن جائے گی مراد یہ کہ موضوع بہت ہی زیادہ تشریح طلب وعلیحدہ ہے۔

۳۔ مر کر پھر زندہ ہوجانے کی بات بے شک اچھی ہے لیکن اس بات کو بخوبی وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اس پر عمل کیا ہو کیونکہ یہ ہر کسی کے بس کی بات نہ ہے جس کے سر پر بیتی ہو وہی اس کی بخوبی خبر رکھتا ہے دوسرے کو کچھ علم نہیں ہے۔

۴۔ میں مدعی نفسانی اس موت کے متعلق کیا جانوں کہ فقر کی کیا حالت ہے؟ مجھے تو اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے میں نے تو سنی سنائی بات لکھ دی ہے اور نہ ہی مجھے اس کے پتے نشانی کے متعلق کچھ علم ہے۔

۵۔ جب تک تمہارا بسیرا اپنی موت اور زندگی کے اندر ہے اے محمد بخش! اس وقت تک اس مقام اور منزل پر تمہارے پاؤں رسائی حاصل نہیں کر سکتے مراد یہ کہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی کیفیت (منزل) سے گزرے بغیر حقیقی زندگی کا حصول ممکن نہ ہے۔

**تشریح:** میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی حالت پالی ہے اور وہ اس پر عمل پیرا ہوگئے ہیں تو وہی اس معاملہ پر کچھ بحث کر سکتے ہیں، دوسرے کو اس حالت کا کیا علم البتہ اس حالت کو پالینے کے بعد انسان حقیقی زندگی کی طرف گامزن ہوجاتا ہے اور ہمیشہ کے لئے دیدار و قرب و وصال الٰہی کے جلوے میں مستغرق رہتا ہے، فرماتے ہیں:

موئے تاں روزِ حشر نوں اٹھن، عاشق نہ مر جاویں گا
جے توں مریں مرن توں پہلوں، مرنے دا مل پاویں گا

(شرح کلام میاں محمد بخشؒ (سیف الملوک وبدیع الجمال)شارح ابو الکاشف قادری صفحہ ۱۴۴۔ ۱۴۵)

موئے تاں روزِ حشر نوں اٹھن، عاشق نہ مرجاویں گا
جے توں مریں مرن توں پہلوں، مرنے دا مل پاویں گا

اگر فلسفہ فنا و بقا کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو زندگی جو اس کائنات کی رونق ہے جس کے دم قدم سے یہ جہان آباد ہے وہ فنا سے ہی بقا حاصل کرتی ہے۔ اس جہان کی بنیاد فنا و بقا کے اس فلسفے پر ہے۔ مثال کے طور پر کسی پودے کے بیج مٹی میں مل کر خود فنا ہوجاتے ہیں تب ان سے نئی کونپل پھوٹتی ہے...... اس کے علاوہ جو انسانی جسم ہے جو ہماری نظر میں موت کے بعد فنا ہوجاتا ہے اسی کو قیامت کے دن بقا ملے گی اور یہ صحیح سلامت زندہ ہوکر مالک حقیقی کے سامنے اپنے دنیاوی اعمال کے لئے جواب دہ ہوگا اور وہیں سے اٹھے گا جس جگہ دفن ہوا تھا۔ اس سے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ جہاں موت کے بعد انسانی جسم دفن ہوکر فنا ہوتا ہے وہاں کچھ ایسے اجزا (جوہر) ہوں گے جن سے انسان کو دوبارہ زندگی (بقا) ملے گی ...... اس فلسفہ کو وہی لوگ اس کی صحیح سپرٹ میں سمجھتے ہیں جنہوں نے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی طبعی موت تک پہنچنے سے پہلے یا تو جہادِ اکبر کے ذریعے اپنے جسم و شہوانی لذات کو ختم کر کے روح کو بیدار کرلیا ہے اور ابدی زندگی حاصل کرلی ہے یا راہِ حق میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوگئے ہیں، اور اس راہ پر چل کر بقا حاصل کرلی ہے ان لوگوں کے نزدیک مقام فنا ایک خول کی مانند ہے جسے وہ اتار کر اپنے اصلی روپ میں بقا حاصل کرلیتے ہیں۔

عارف کھڑی؛ حضرت میاں محمد بخشؒ کی سوانح حیات ص ۹۰

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جان لو! کہ فقر کے تین حرف ہیں۔ ف، ق، ر

حرف ''ف'' سے ...... فنائے نفس

حرف ''ق'' سے ...... قربِ قبر (قربِ رب)

حرف ''ر'' سے ...... روحانیت

(روحانیت کا نچوڑ)

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (کا مقام حاصل کرنا) ہے۔

(عین الفقر کلاں۔ صفحہ ۲۶۹۔۲۷۰)

## مومن کے لیے موت عین زندگی ہے جو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی منزل طے کرلیتے ہیں

حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی فرماتے ہیں:

''جس چیز کو ہم موت کہتے ہیں وہ تو صرف مادی لباس اتار کر روحانی لباس پہننے کا نام ہے۔ انسان جب قید آب وگل سے آزاد ہوجاتا ہے تو اسے زندگی کے تمام مصائب سے نجات مل جاتی ہے۔ موت کے بعد ہماری روح صرف قفس عنصری سے ہی نہیں بلکہ قید زماں و مکان سے بھی نکل جاتی ہے اور پھر مومن کے لئے تو موت عین زندگی ہے۔ زندگی کے جھگڑوں اور الجھنوں سے چھٹکارا پانے کا واحد ذریعہ صرف موت ہے کیونکہ اسی کے ذریعے مادی زنجیریں ٹوٹتی ہیں اور انسان روح کی آنکھوں سے کائنات کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہوجاتا ہے، جو خدا کے بندے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی منزل طے کرلیتے ہیں ان کے لئے موت کوئی اجنبیت نہیں رکھتی ہے۔''

(عرفان- حصہ اول، صفحہ، ۳۳)

# ولادت معنوی یعنی ولادت ثانیہ

فخر العارفین حضرت سید شاہ محمد عبدالحیؒ اسلام آبادی (چاٹگام) کے ملفوظات اور ان کے حالات کو مولانا حکیم سید سکندر شاہؒ نے تالیف کیا اور ''ولادت معنوی'' کا تذکرہ اکابر اولیاء کے ارشادات کی روشنی میں ایک مکمل باب تفصیل سے لکھا۔ اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

۱۔ حضرت مخدوم سید میر اشرف جہاں گیر سمنائی اپنی کتاب لطائف اشرفی ص ۱۳۶ پر لکھتے ہیں:

''جس طرح عالم ظاہر میں مقتضائے حکمت بالغہ وسنت جاریہ الٰہی ہے کہ ماں باپ کے ازدواج کے باہمی تعلق سے آدمی کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح عالم معنی میں شیخ کامل اور مرید کے تعلق اور رابطہ محبت و قبول تصرفات کے بعد آدمی کی حقیقت معنوی یعنی خالص عبودیت وجود میں آتی ہے اور یہی ولادت ثانیہ ہے۔''

۲۔ مولانا شیخ عبدالرحمٰن فتح آبادی نے اپنی مثنوی ''گنج راز'' میں فرمایا:

''آدمی کی پیدائش دو مرتبہ ہوتی ہے۔ اولاً باپ کی پیٹھ سے ثانیاً ''راز داں'' کے قلب سے اور صلبی باپ سے عالم ظاہر کی شہادتیں حاصل ہوتی ہے اور والد قلبی (پیر و مرشد) سے باطنی مراتب ملتے ہیں اور اسی ''باطنی ظہور'' سے اکثر لوگ اولیاء اللہ ہوگئے۔''

۳۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی سرہندیؒ ''مبداء و معاذ'' مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۷ میں فرماتے ہیں:

ولادت صوری را حیات چند روزہ است
ولادت معنوی را حیات ابدی است

نجاستِ معنویہ مرید را پیر است
کہ قلب و روح خود کناسی می کناید و تطہیر۔

(ولادت صوی ہرچند والدین سے ہے لیکن ولادت معنوی پیر کے ساتھ مخصوص ہے۔ ولادتِ [illegible]ی کی زندگی چند روزہ ہے، لیکن ولادت معنوی کی حیات ابدی ہے۔ مرید کی باطنی نجاستوں کو پیر کامل اپنے قلب و روح (کی قوت) سے جھاڑو دے کر صاف کرتا ہے۔ اور پاک و پاکیزہ فرماتا ہے۔)

۴۔ حضرت شرف الدین یحیٰی منیریؒ، مکتوبات سہ صدی میں تحریر فرماتے ہیں:

جیسے ''فرزند صورت'' پیدائش میں باپ کے اجزا سے ایک جزو ہوجاتا ہے، پس یہاں دو ولادت حاصل ہوتی ہے ایک ظاہری صورت میں اپنے باپ سے کہ فرزند ہے (اپنے باپ کا) اور ازراہ صفت اپنے پیر کا فرزند ہے...... جیسا کہ ولادت صورت کے ظہور میں آنے پر انسان عالم ملک (دنیا) میں آتا ہے۔ اور عالم دنیا کی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے ایسا ہی ''ولادت ثانیہ'' حاصل ہونے پر سالک ملکوت آسمان میں داخل ہوگا اور جو کچھ ملکوت میں اسرار الٰہیہ ہیں وہ ولادت ثانیہ کے بعد ہی مشاہدہ کرے گا۔

۵۔ حضرت مولانا بہاؤ الدین ابراہیم القادری الچشتیؒ اپنی کتاب ''رسالہ شطاریہ'' میں فرماتے ہیں:

''فنا سے مراد ازالہ بشری ہے جیسے خبر میں ہے کہ ''ہرگز زمین و آسمان کے ملکوت میں داخل نہ ہوگا جو دوبارہ پیدا نہیں کیا گیا۔'' ولادت اولیٰ تو ظاہر ہے اور ولادت ثانی فنائے اوصاف بشری یعنی عدم سے وجود میں آنا ہے بس سمجھو۔

۶۔ حضرت مولانا رومؒ نے مثنوی شریف۔ دفتر ششم ص ۳۷ میں ''ولادت ثانیہ کا تذکرہ کیا ہے اور حاشیہ پر جناب مولانا بحر العلومؒ اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے اس کی تائید و تصویب فرمائی ہے۔ (سیرت فخر العارفین، حصہ دوم۔ صفحہ ۲۹ تا ۴۷)

# تحدیثِ نعمت

یکم رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ بمطابق ۸۔ اپریل ۱۹۸۹ء کو چالیس سال مکمل ہونے پر راقم الحروف پر جب ''غلبہٗ حال'' طاری ہوا تو زبان پر یہ کلمات بار بار آئے کہ:

## آج ''ظہور'' کا ظہور ہو رہا ہے

یعنی شیخ کامل کے فیضان فیض اور خصوصی عنایت اور توجہ سے ''ولادتِ ثانیہ'' کا ظہور ہوا۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم

''اور اس غلبہ حال کے دوران میرے پیر و مرشد تاجدار دار الاحسان حضرت ابو انیس محمد برکت علی قدس سرہ نے عالم ملکوت کی جو سیر کرائی وہ الانسان سرّی و انا سرّہ کے مصداق بیان سے قلم عاجز ہے اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کو بھی لکھنا پڑا۔

''دس دی گل نہیں یار قرآن چوایا'' (ملفوظات مہریہ)

# علامہ الحاج ظہور الحسن قادری

## کی دینی، ملی، روحانی اور عالمی حالاتِ حاضرہ پر فکر انگیز تصانیف

۱۔ اُمتِ مسلمہ (عبرتناک حال۔ تابناک مستقبل)

(عصر حاضر میں مسلمانوں کی بقا کا واحد راستہ)

صفحات 272 قیمت 100 روپے

۲۔ مبشرات پاکستان (حصہ اول۔ حصہ دوم)

(پاکستان کا قیام، عظمت اسلام اور غلبہ دین حق کی نوید ہے)

صفحات 300 قیمت 200 روپے

۳۔ اسلام امریکہ میں۔ تیزی سے پھیل رہا ہے۔

امریکہ میں سب سے زیادہ پھیلنے والے دین اسلام کے بارے میں پہلی مفصل معلوماتی کتاب

صفحات 200 قیمت 100 روپے

۴۔ جسم مثالی کے کمالات (تصرفات روح)

(بعد از وصال اولیائے کرام کے جسم مثالی کے کمالات پر مفصل کتاب)

صفحہ 120 قیمت 100 روپے

۵۔ صوت سرمدی (روحانی و الہامی نشریات کی تشریح)

صفحات 32 قیمت 30 روپے

۶۔ فضیلت شب بیداری: (علامہ محمد اقبالؒ کے کلام کی روشنی میں شب بیداری کی

ایمان افروز فضیلت صفحات 32 قیمت 20 روپے

# کتابیات


۱۔ **تفسیر ضیاء القرآن**، ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

۲۔ **تفسیر تبیان القرآن**، علامہ غلام رسول سعیدی، فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور

۳۔ **تفسیر ابن کثیر**، علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ، حذیفہ اکیڈمی، اردو بازار لاہور

۴۔ **تفسیر مظہری**، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

۵۔ **ذکر و طاعت و شان رسول روحی فداہ ﷺ**، صاحبزادی انیس اختر صاحبہ، کیمپ دار الاحسان، سمندری روڈ، فیصل آباد

۶۔ **مکشوفات منازل احسان (حصہ سوم)**، حضرت ابو انیس محمد برکت علی قدس سرہ

۷۔ **سلطان جہاں**، میاں محمد صدیق صادق آف جھنگ، محمد سلیم، پل کیمپ دار الاحسان، فیصل آباد

۸۔ **کمالات برکت**، میاں محمد صدیق صادق، پل کیمپ دار الاحسان، فیصل آباد

۹۔ **ازل کا مسافر**، میاں محمد صدیق صادق، پل کیمپ دار الاحسان، فیصل آباد

۱۰۔ **رب کا روپ (حصہ دوم)**، محمد ظفر اللہ انبالوی، فیضان البرکت، نیاز باغ (کمال پور) سرگودھا روڈ، فیصل آباد

۱۱۔ **مظہر لاریب شرح فتوح الغیب**، قطب ربانی حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ، شرح: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، ۱۱ گنج بخش روڈ لاہور

۱۲۔ **مکتوبات امام ربانی**، حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندیؒ، مدینہ پبلیشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی

۱۳۔ **سعادت العباد شرح مبدأ معاد**، حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندیؒ، ترجمہ: مولانا محمد سعید احمد مجددی، تنظیم الاسلام پبلی کیشنز، ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

۱۴۔ **مکتوبات قدوسیہ**، قطب عالم شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ، بزم اتحاد المسلمین، طارق روڈ لاہور

۱۵۔ **کتاب الروح**، علامہ حافظ ابن قیم، نفیس اکیڈیمی، اسٹریچن روڈ کراچی

۱۶۔ شرح الصدور، حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی، مترجم: علامہ شاہ محمد چشتی، کرمانوالہ بک شاپ، دربار مارکیٹ لاہور

۱۷۔ شلوک فریدی، بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، پیر محمد حسین شاہ مترجم شکیل مصطفیٰ اعوان، شبیر برادرز۔ اردو بازار لاہور

۱۸۔ دعوت ارواح، فقیر محمد ارشد القادری سروریؒ، انجمن خدام الاولیاء، پناکے، فیصل آباد

۱۹۔ شرح ابیات سلطان باہوؒ، حضرت سلطان باہوؒ، شرح: پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی، زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ لاہور

۲۰۔ شرح دیوان فرید، شارح ابو احمد غلام حسن اویسی، مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

۲۱۔ کلام شرح شاہ حسینؒ، مترجم: یوسف مثالی، مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور

۲۲۔ شرح کلام بلھے شاہؒ، تشریح ابو الکاشف قادری، مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور

۲۳۔ شرح کلام میاں محمد بخش، تشریح: ابو الکاشف قادری، مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور

۲۴۔ عارف کھڑی میاں محمد بخش، میاں محمد سکندر، چوہدری برادرز، جی ٹی روڈ، دینہ (جہلم)

۲۵۔ دل دریا سمندر، واصف علی واصف، خزینہ علم و ادب اردو بازار لاہور

۲۶۔ حرف حرف حقیقت، واصف علی واصف، کاشف پبلی کیشنز، جوہر ٹاؤن لاہور

۲۷۔ گفتگو۔۱، واصف علی واصف، خزینہ علم و ادب اردو بازار لاہور

۲۸۔ گفتگو۔۱۴، واصف علی واصف، خزینہ علم و ادب اردو بازار لاہور

۲۹۔ حضور قلب، پیر عبد اللطیف خاں نقشبندی، جنگ پبلیشرز، لاہور

۳۰۔ عین الفقر کلاں، حضرت سلطان باہو، شبیر برادرز، اردو بازار لاہور

۳۱۔ عرفان (حصہ اول)، فقیر نور محمد سروری قادری، عرفان منزل بمقام کلاچی (ڈیرہ اسمٰعیل خان)

۳۲۔ سیرت فخر العارفین، حضرت سید شاہ محمد عبد الحی اسلام آبادی، تالیف: مولانا حکیم سید سکندر شاہؒ، کتب خانہ رحیمیہ اردو بازار

# الحاج محمد ظہور الحسن اویسی قادری صابری مجددی

## کی دینی، ملی اور عالمی حالات پر فکر انگیز تصانیف







